تفسیر

پارہ تِلْکَ الرُّسُل (۳)

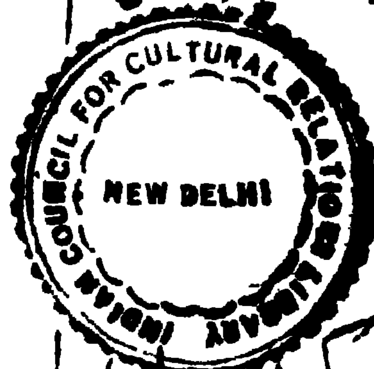
از
مولانا ابوالکلام آزاد

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اسلامیات سیریز ۱۲

تفسیر پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ (۳)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم)



یکے از مطبوعات

شمیم بک ڈپو، ۴۴ عبدالکریم روڈ ـــــ لاہور

ہدیہ۔ دس آنے

اُمّ القرآن

از مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم)

تفسیر سورۃ فاتحہ جو کہ حضرت مولانا نے قریباً ۴۰۰ صفحات میں لکھی ہے۔ زیر طبع ہے جسکا ہدیہ چار روپے ہے مگر پیشگی خرید نے والوں کو اُمّ القرآن ½۲ روپے میں پیش ہو گی لہذا صاحب ایمان لوگ اپنا پیشگی آرڈر معہ مبلغ ۲ دو روپے کے مندرجہ ذیل پتہ پر بک کرا دیں۔

ترسیل زر :- اُمّ القرآن معرفت پاکستان انڈسٹریل کواپریٹو بنک (A-278) دی مال لاہور

شمیم بک ڈپو کی مایۂ ناز پیشکش

شہادت حسینؑ مولانا ابوالکلام آزاد -/۱/-	السیدہ فاطمہ بنت عبداللہ مولانا ابوالکلام آزاد -/۱۰/-
ولادت نبویؐ 〃 〃 〃 -/۱۰/-	تربیت عسکری اور قرآن حکیم 〃 〃 〃 -/۱۰/-
حضرت یوسفؑ 〃 〃 〃 -/۱۰/-	ذوالقرنین 〃 〃 〃 -/۱۰/-
نبیؐ اور یاران نبی کے آخری لمحات 〃 〃 〃 -/۱۰/-	مسئلہ خلافت 〃 〃 〃 -/۱۰/-
اکابر اسلام کے آخری لمحات 〃 〃 〃 -/۱۰/-	پردہ قید کی علامت ہے یا آزادی کی ضمانت 〃 -/۱۰/-
عیدین 〃 〃 〃 -/۱۰/-	عورتوں کی آزادی اور فرائض 〃 〃 -/۱۰/-
نظام حکومت اسلامیہ 〃 〃 〃 -/۱۰/-	اسکے علاوہ ادارہ ہر ماہ ۲ دو کتب -/۱۰/- سیریز میں پیش کرتا رہیگا

سول ایجنٹس

ظفر برادرز، بنک سیکوئر دی مال، لاہور،

سول ایجنٹ برائے سندھ - کراچی - ورائٹی بک سٹال حیدرآباد

ھدیہ - دس آنے

باہتمام
ظفر احمد قریشی پرنٹر و پبلشر،
مالک شمیم بکڈپو ـــــ لاہور

محمد علی قریشی اویسی نے
اشرف پریس سے چھپوا کر شمیم بکڈپو
سے شائع کیا،

دے دے۔ پس، پیغمبروں کے بعد لوگ آپس میں مخالف ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے ایمان کی راہ اختیار کی۔ کچھ لوگوں نے کفر کا شیوہ پسند کیا۔ اگر اللہ چاہتا۔ تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے (یعنی ان سے لڑائی کی قوت سلب کر لیتا) لیکن اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے (تم اس کے کاموں کی حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

(۱۰) جب جنگ ناگزیر ہے تو اس سے غفلت نہ کرو۔ اور بڑی طیاری یہ ہے کہ اپنا مال اس راہ میں خرچ کرو۔

(۱۱) آخرت کی نجات کا تمامتر دارومدار ایمان و عمل پر ہے۔ وہاں نہ تو نجات کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے، نہ کسی کی دوستی آشنائی کام دے سکتی ہے، نہ کسی کی سفارش سے کام نکالا جا سکتا ہے

مسلمانو! ہم نے مال و متاع دنیا میں سے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے۔ اسے (صرف اپنے نفس کے آرام و راحت ہی پر نہیں۔ بلکہ راہِ حق میں بھی) خرچ کرو۔ اور ہاتھ نہ روکو۔ قبل اس کے کہ (زندگی کی عارضی مہلت ختم ہو جائے) اور آنے والا دن سامنے آ جائے اس دن نہ تو (دنیا کی طرح، خرید و فروخت ہو سکے گی (کہ قیمت دے کر نجات خرید لو) نہ کسی کی یاری کام آئے گی (کہ اس کے سہارے گناہ بخشوا لو) نہ ایسا ہی ہو سکے گا کہ کسی کی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ
كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ ٢٥٣
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

یہ ہمارے پیغمبر ہیں، جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے، (یعنی، اگرچہ پیغمبری کے لحاظ سے سب کا درجہ یکساں ہے، لیکن اپنی اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف درجے رکھتے ہیں) ان میں کچھ تو ایسے تھے۔ جن سے اللہ نے کلام کیا، (یعنی ان پر اپنی کتاب نازل کی) بعض ایسے تھے جن کے درجے، (ان کے وقتوں اور حالتوں کے مطابق، دوسری باتوں میں) بلند کئے گئے، اور (تم سے پہلے) مریم کے بیٹے عیسیٰ کو (ہدایت کی) روشن دلیلیں عطا فرمائیں اور روح القدس (یعنی وحی) کی تائید سے سرفراز کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو (اُس کی قدرت سے یہ بات باہر نہ تھی کہ) جو لوگ ان پیغمبروں کے بعد پیدا ہوئے وہ ہدایت کی روشن دلیلیں پا لینے کے بعد پھر (اختلاف و نزاع میں نہ پڑتے اور) آپس میں نہ لڑتے۔ لیکن (تم دیکھ رہے ہو کہ اس کی حکمت کا فیصلہ یہی ہوا کہ انسان کو کسی ایک حالت پر مجبور نہ کردے۔ ہر طرح کے ارادہ و فعل کی استعداد

قوانین کے نفاذ میں کون ہے جو دخل دینے کی جرأت کر سکتا ہے

اونگھ ہے۔ نہ دماغ کے لئے، نیند آسمان اور نہ زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، اور اسی کے حکم سے ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے، اس کی اجازت بغیر کسی کی شفاعت کے لئے زبان کھولے؟ جو کچھ انسان کے سامنے ہے، وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ پیچھے ہے۔ وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ انسان اس کے علم سے کسی بات کا بھی واسطہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ جتنی بات کا علم وہ انسان کو دینا چاہیئے اور دے دے۔ اس کا تختِ حکومت، آسمان و زمین کے تمام پھیلاؤ پر چھایا ہوا ہے۔ اور اس کی نگرانی و حفاظت میں اس کے لئے کوئی تھکاوٹ نہیں۔ اس کی ذات بڑی ہی بلند مرتبہ ہے۔

اس اصلِ عظیم کا اعلان کہ دین و اعتقاد کے معاملہ میں کسی طرح کا جبر و اکراہ جائز نہیں۔ دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے اور اعتقاد، دعوت و موعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر و اکراہ سے۔ سا، احکام جہاد کے بعد ہی یہ ذکر اس لئے کیا گیا تاکہ واضح ہو جائے۔ جنگ کی اجازت ظلم و تشدد کے انسداد کے لئے دی گئی ہے نہ کہ دین کی اشاعت کیلئے۔ دین کی اشاعت کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ دعوت ہے۔ قریش مکہ کا فتنہ کیا تھا؟ یہی کہ ظلم و تشدد کے ذریعہ دین و اعتقاد کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ قرآن

دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں۔ کیونکہ وہ دل کے اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور جبر و تشدد سے اعتقاد پیدا نہیں کیا جا سکتا، بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو گئی ہے۔ اور اب دونوں راہیں لوگوں کے سامنے ہیں، جسے چاہیں اختیار کریں، پھر جو کوئی بھی طاغوت سے انکار کرے (یعنی سرکشی و فساد کی قوتوں سے بیزار ہو جائے)

یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ
الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ ٢٥٥
مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

سعی و سفارش سے کام نکال لیا جائے۔ (اس دن صرف عمل ہی نجات دلا سکے گا) اور یاد رکھو۔ جو لوگ (اس حقیقت سے) منکر ہیں۔ تو یقیناً یہی لوگ ہیں۔ جو (اپنے ہاتھوں) اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ مالک الملک ہے۔ حی و قیوم ہے۔ اس کی حکومت سے کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اس کے علم کے لئے کوئی شے مخفی اور اوجھل نہیں۔ وہ غفلت سے منزّہ اور نسیان سے پاک ہے۔ جس ہستی کی صفتیں ایسی ہوں ان کے سامنے کسی کی سعی و سفارش کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور اس کے احکام و

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ "الحی" ہے (یعنی زندہ ہے اور اس کی زندگی کے لئے فناہ و زوال نہیں) "القیوم" ہے (یعنی ہر چیز اس کے حکم سے قائم ہے، وہ اپنے قیام کے لئے کسی کا محتاج نہیں) اس کی آنکھ کے لئے نہ تو

گروہ ہوا۔ ہمیشہ عذابِ جہنم میں رہنے والا۔

(اے پیغمبر!) کیا تم نے اُس شخص کی حالت پر غور نہیں کیا۔ جس نے ابراہیمؑ سے اس کے پروردگار کے بارے میں حجت کی تھی اور اس لئے حجت کی تھی کہ خدا نے اُسے بادشاہت دے رکھی تھی؟ (یعنی تاج و تخت شاہی نے اس کے اندر ایسا گھمنڈ پیدا کر دیا تھا کہ خدا کے بارے میں حجت کرنے لگا تھا)، جب ابراہیمؑ نے کہا "میرا پروردگار تو وہ ہے" جو مخلوقات کو جِلاتا ہے اور مارتا ہے تو اس نے جواب میں کہا ' جلانے اور مارنے والا تو میں ہوں (جسے چاہوں ہلاک کر دوں' جسے چاہوں بخش دوں) اس پر ابراہیمؑ نے کہا' اچھا اگر ایسا ہی ہے تو اللہ سورج کو پورب کی طرف سے (زمین پر) طلوع کرتا ہے۔ تم پچھم سے نکال دکھاؤ'، یہ جواب سن کر وہ بادشاہ جس نے کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا، ہکا بکا ہو کر رہ گیا اور

(۳) دعوت کی تاثیر و فتحمندی کی وضاحت کے لئے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے واقعہ کی طرف اشارہ وہ ایک ایسے ملک میں جہاں ان کا کوئی ساتھی نہ تھا اور ایک ایسے بادشاہ کے سامنے جو اپنے عہد کا سب سے بڑا سرکش بادشاہ تھا، تن تنہا دعوتِ حق کا علم لے کر کھڑے ہو گئے۔ اور فتحمند ہوئے۔

(۴) ضمناً اس اصل عظیم کی طرف اشارہ کہ دعوت کی راہ تلقین و ہدایت کی راہ ہے' جدل و خصومت کی راہ نہیں ہے۔ داعی حق کا طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ مخاطب کو دلیلوں کے الجھاؤ میں پھنسا دے یا کسی خاص دلیل پر اڑ کر اس کا ناطقہ بند کر دے بلکہ وہ چاہتا ہے کسی نہ کسی طرح اس کے دل میں سچائی اتار دے۔ حضرت ابراہیم کی پہلی بات جب مخاطب کا دماغ ہضم نہ کر سکا تو انہوں نے فوراً دوسری بات پیش کر دی جو اس کے دماغی استعداد کے ٹھیک ٹھیک مطابق تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانے پر لگ گیا اور انکار و سرکشی کا دم خم باقی نہ رہا۔

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ
ع ۳ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ
٢٥٧ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ
يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ
بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ

نے اس کے خلاف جنگ کا حکم دیا پس جس بات کے خلاف اس نے جنگ کا حکم دیا ہے خود اسی بات کا مرتکب کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۱۲) سچائی روشنی ہے اگر تاریکی چھائی ہوئی ہے تو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ روشنی موجود ہو جائے، اگر روشنی نمایاں ہوگئی تو پھر روشنی کو روشن دکھلانے کے لئے اور کسی بات کی ضرورت نہیں، روشنی جس طرف بھی رخ کرے گی تاریکی خود بخود دور ہو جائیگی۔

اور اللہ پر ایمان لائے تو بلاشبہ اس نے (فلاح و سعادت کی) مضبوط ٹہنی پکڑ لی - یہ ٹہنی ٹوٹنے والی نہیں (جس کے ہاتھ آگئی وہ گرنے سے محفوظ ہو گیا)، اور یاد رکھو، اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے

اللہ ان لوگوں کا ساتھی و مددگار ہے جو ایمان کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ انہیں (ہر طرح کی) تاریکیوں سے نکالتا اور روشنی میں لاتا ہے مگر جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو ان کے مددگار سرکش اور مفسد (معبودانِ باطل) ہیں - وہ روشنی سے نکالتے اور تاریکیوں میں لے جاتے ہیں - سو یہی لوگ ہیں جن کا گروہ دوزخی

ہیں سے کوئی چیز بھی انہیں حاصل ہو، خود بخود ان کے مردہ
شہر، مردہ ہیکل اور مردہ جماعت کی دوبارہ زندگی کا سامان
ہو گیا۔

جن بادشاہوں کے قلب انبیاء بنی اسرائیل کی داعیانہ
زندگی سے مسخر ہوئے، وہ سائرس، دارا اور ارتخششت
ہیں اور جن انبیاء نے انہیں مسخر کیا وہ دانیال، حجی اور
عزیر علیہم السلام ہیں۔ انہی تین نبیوں میں سے کسی کو
یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ "فاماتہ اللہ مائۃ عام" میں
اس طرف اشارہ ہے کہ بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر
و آبادی ٹھیک سو برس کے بعد ہوئی تھی۔

کر دے؟" یعنی دوبارہ آباد کر دے؟
پھر ایسا ہوا کہ اللہ نے اس شخص
پر سو برس تک موت طاری کر دی۔ پھر
اس حالت سے اسے اٹھا دیا، اور
پوچھا کتنی دیر اس حالت میں رہے؟
عرض کیا۔ ایک دن تک یا ایک دن
کا کچھ حصہ۔ ارشاد ہوا نہیں بلکہ سو
برس تک۔ پس اپنے کھانے اور پانی
پر نظر ڈالو۔ ان میں برسوں تک پڑے
رہنے کی کوئی علامت نہیں اور (اپنی
سواری کے) گدھے پر بھی نظر ڈالو (کہ وہ کس حالت میں ہے؟) اور (یہ جو کچھ کیا
گیا ہو) اس لئے کیا گیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے (حق کی) ایک نشانی ٹھہرائیں،
(اور تمہارا علم ان کے لئے یقین و بصیرت کا ذریعہ ہو) اور پھر (جسم کی) ہڈیوں پر
غور کرو (کس طرح ہم (ان کا ڈھانچہ بنا کر) کھڑا کر دیتے ہیں اور پھر کس طرح اس
(ڈھانچے) پر گوشت (کا غلاف) چڑھا دیتے ہیں (کہ ایک مکمل اور متشکل ہستی ظہور میں آ
جاتی ہے؟)

پس جب اس شخص پر یہ حقیقت کھل گئی تو وہ بول اٹھا۔ میں یقین کیساتھ جانتا
ہوں، بلاشبہ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

اور پھر (دیکھو) جب ایسا ہوا تھا کہ ابراہیم نے کہا تھا "اے پروردگار! مجھے دکھا

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ
فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ
يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ
وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ
وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ
لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ ۲۵۹
رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ

ابراہیم کے خلاف کچھ نہ کر سکا، اور اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ظالموں پر کامیابی و فلاح کی راہ نہیں کھولتا۔

(۵) بنی اسرائیل کے ایام و وقائع میں سے اس واقعہ کی طرف اشارہ جبکہ بیت المقدس بالکل ویران و منہدم کر دیا گیا تھا اور یہودیوں کی قومیت اس طرح پامال ہو گئی تھی کہ ہیکل کی دوبارہ تعمیر کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت مشیت الٰہی سے ایسا ہوا کہ وقت کے سب سے بڑے تین شہنشاہوں کے دل بنی اسرائیل کے تین نبیوں کی دعوت سے مسخر ہو گئے اور بغیر اس کے تاج و تخت اور لشکر و اسلحہ

اور پھر اسی طرح اس شخص کی حالت پر بھی غور کرو، جو ایک ایسی بستی پر سے گزرا تھا، جس کے مکانوں کی چھتیں گر چکی تھیں اور گری ہوئی چھتوں پر در و دیوار کا ڈھیر تھا۔ یہ حال دیکھ کر، وہ بول اٹھا، جس بستی کی ویرانی کا یہ حال ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ

پذیر نہیں ہو سکتے کہ تمہاری صدائیں سنیں اور ان کا جواب دیں ؟

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس داعی حق نے انسان کی متوحش اور گمراہ روحوں کی جو تربیت کی تھی اس نے تاریخ عالم کا سب سے زیادہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ قوموں کی قومیں اور نسلوں کی نسلیں دعوت ابراہیمی پر قدم اٹھاتی رہیں اور باوجودیکہ تین ہزار برس سے زیادہ مدت گذر چکی ہے لیکن آج بھی ہر سال انسانوں کے بیشمار غول اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے اور معبد ابراہیمی پر جمع ہوتے ہیں۔ سلہ

(اپنے سے دور) ایک پہاڑ پر بٹھا دو پھر انہیں بلاؤ۔ وہ (آواز سنتے ہی) تمہاری طرف اڑتے ہوئے چلے آئیں گے یاد رکھو اللہ سب پر غالب اور اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے۔!

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی نیکی (اور نیکی کی برکتوں کی) مثال اس بیج کے دانے کی سی ہے جو زمین میں بویا جاتا ہے (جب بویا گیا تھا تو صرف ایک دانہ تھا لیکن جب بار آور ہوا، تو) ایک دانہ سے سات بالیں پیدا ہو گئیں اور

سلہ اس واقعے میں دو باتیں غور طلب ہیں اولاً یہ کہ "کیف تحی الموتی" میں موت و حیات سے مقصود کیا ہے؟ مجاز ہے جیسا کہ انّٰی تحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا (۲ : ۲۹) اور استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (۸ : ۲۴) وغیرہ آیت میں ہے، یا حقیقت ہے؟ مفسروں نے عام طور پر اس حقیقت پر محمول کیا ہے وہ کہتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ کا سوال حشر اجساد کے بارے میں تھا یعنی قیامت کے دن مردے کیونکر زندہ ہو جائیں گے۔ ثانیاً یہ کہ پرندوں کے معاملہ سے مقصود کیا ہے؟ اکثر مفسر اس طرف گئے ہیں کہ مقصود یہ تھا کہ پرندوں کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے یا قیمہ قیمہ کر دیا جائے۔ پھر اس کے چار حصے چار پہاڑوں پر رکھ دئیے جائیں۔ پھر انہیں بلایا جائے۔ قدرت الٰہی سے زندہ ہو کر دوڑنے لگیں گے اس تفصیل کی رو سے سوال و جواب میں مطابقت یوں ہے کہ سوال مردوں کے زندہ ہو جانے کی نسبت تھا۔ جواب میں قدرت الٰہی کا معجزہ دکھا دیا گیا کہ جس طرح یہ پرند اپنے بلانے والے کی آواز پر زندہ ہو گئے اسی طرح قیامت کے دن حکم الٰہی سے مردے زندہ ہو جائیں گے لیکن اس تفسیر کے لئے ضروری ہے کہ پرندوں کو مارنے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا مضمون محذوف تسلیم کر لیا جائے کیونکہ قرآن کے الفاظ اسکی کوئی صراحت نہیں ہے اور ترجمہ یوں کیا جائے "پرندوں میں سے چار جانور لو اور انہیں اپنے ساتھ ہلالو اور پھر انہیں ذبح کر کے ٹکڑے کر ڈالو پھر انکا ایک ایک حصہ چار پہاڑوں پر رکھ دو"

لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ
اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ
وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۞ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ع ۳۵ ۲۶۰
فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ

(۶) دعوت حق سے مردہ قوموں کا زندہ ہو جانا اور متوحش و گمراہ افراد کا ایک تربیت یافتہ جماعت کی حالت میں بدل جانا اور اس بارے میں وہ موعظت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واضح کی گئی تھی۔

حضرت ابراہیم کا ظہور ایک ایسے عہد میں ہوا تھا جبکہ ان کے ملک میں اور ان کے ملک سے باہر کوئی گروہ بھی ایسا نہ تھا جس میں قبولیت حق کی استعداد باقی رہتی ہے یہ حالت دیکھ کر انہوں نے خدایا! تو کیونکر اس موت کو زندگی سے بدل دیگا؟" اس پر اللہ نے دعوت حق کی انقلاب انگیز حقیقت پرندوں کی مثال سے واضح کر دی۔ اگر تم ایک پرند کو کچھ دنوں تک اپنے پاس رکھ کر تربیت یافتہ بنا لے سکتے ہو کہ تمہاری آواز سنتا اور تمہارے بلانے پر اڑتا ہوا آ جا سکتا ہے تو کیا گمراہ اور متوحش انسان دعوت قرآن کی تعلیم و تربیت سے اس درجہ اثر

دے کس طرح تو مردوں کو زندہ کرے گا؟" اللہ نے فرمایا "کیا تمہیں اس کا یقین نہیں؟" عرض کیا "ضرور ہے لیکن یہ اس لئے چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو قرار آ جائے" (یعنی تیری قدرت پر تو یقین و ایمان ہے لیکن یہ جو مایوس کن حالت دیکھ کر دل دھڑکنے لگتا ہے تو یہ بات دور ہو جائے۔

اس پر ارشاد الہی ہوا "اچھا یوں کرو کہ پرندوں میں سے چار جانور پکڑ لو۔ اور انہیں اپنے پاس رکھ کر اپنے ساتھ ہلا لو (یعنی اس طرح ان کی تربیت کرو کہ وہ اچھی طرح تم سے ہل جائیں، پھر ان چاروں میں سے ہر ایک کو

کے پروردگار کے حضور ان کے عمل کا اجر ہے، نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا ڈر ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

سیدھے منہ سے ایک اچھا بول اور رحم و شفقت سے، عفو و درگزر کی کوئی بات اس خیرات سے کہیں بہتر ہے۔ جس کے ساتھ خدا کے بندوں کے لئے اذیت ہو۔ اور دیکھو، یہ بات نہ بھولو کہ، اللہ بے نیاز اور حلیم ہے

(۳) دکھاوے کی خیرات بھی اکارت جاتی ہے، اور یہ برائی پچھلی برائی سے بھی سخت ہے کیونکہ جو شخص نیکی کو نیکی کے لئے نہیں بلکہ نام و نمود کے لئے کرتا ہے اور خدا کی جگہ انسانوں کی نگاہوں میں بڑائی چاہتا ہے وہ یقیناً خدا پر سچا ایمان نہیں رکھتا۔

(۴) جو لوگ دکھاوے کے لئے نیکی کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ کی ایک چٹان، جس پر مٹی کی ایک تہہ جم گئی ہو۔ ایسی جگہ پر کتنی ہی بارش ہو لیکن کبھی سرسبز نہ ہوگی کیونکہ اس میں پانی سے فائدہ اٹھانے کی استعداد ہی نہیں ہے پانی جب برسے گا تو دھل دھلا کر صاف چٹان نکل آئیگی

برخلاف اسکے جو لوگ اخلاص کیساتھ خیرات کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بلند اور موزوں مقام پہ باغ ہو جب بارش ہوگی تو اسکی شادابی دوگنی ہو جائیگی

مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور لوگوں کو اذیت پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ آدمی برباد کر دیتا ہے جو محض لوگوں کو دکھانے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ سو ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے (پتھر کی) ایک چٹان اس پر مٹی کی تہہ جم گئی اور اس میں بیج بویا گیا جب زور سے پانی برسا تو ساری مٹی مع بیج کے بہہ گئی اور ایک صاف اور سخت چٹان کے سوا کچھ باقی نہ رہا سو یہی حال ان ریاکاروں کا بھی ہے، انہوں نے (اپنے نزدیک خیر خیرات کر کے، جو کچھ بھی کمایا تھا

مِائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ
اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ ۲۶۳
بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ
وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ

ہر بال میں سَو دانے نکل آئے (یعنی خرچ کیا ایک اور بدلے میں ملے سینکڑوں) اور اللہ جس کسی کیلئے چاہتا ہے اس سے بھی دوگنا کر دیتا ہے۔ وہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اسطرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں، نہ لینے والے کو اپنے قول و فعل سے کسی طرح کا دکھ پہنچاتے ہیں تو ان

جہاد کا بیان ختم ہوگیا اب یہاں سے بیان احکام کا سلسلہ ایکدوسرے حکم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

گذشتہ بیانات میں جس قدر احکام دئے گئے ہیں ان سب کی سچی تعمیل جبھی ہو سکتی ہے جبکہ نیکی کیلئے مال خرچ کرنے کی پوری استعداد پیدا ہو جائے وصیت، صیام، کل حلال، حج جہاد، نکاح، طلاق، یتیموں کی خبرگیری عورتوں کیساتھ حسن سلوک، یہ تمام امور ایسے ہیں، جن پر ٹھیک ٹھیک عمل وہی کر سکتا ہے جو پیسے کے عشق میں نہ مرتا ہو اور نیکی کی راہ میں مال خرچ کا ولولہ رکھتا ہو۔ اسلئے مندرجہ بالا احکام کے بعد خصوصیت کیساتھ انفاق فی سبیل اللہ کے مواعظ بیان کئے گئے ہیں گویا ان سب کیلئے ایک تتمہ بیان ہے

وفلاح کا موجب ہو سکتی ہے جس طرح بارش کی چند ہلکی
بوندیں بھی ایک باغ کو شاداب کر سکتی ہیں۔
(۵) عالم مادی اور عالم معنوی دونوں کے احکام
وقوانین یکساں ہیں جو بوؤ گے اور جس طرح بوؤ گے
ویسا ہی اور اسی طرح کا پھل بھی پاؤ گے۔
(۶) تم میں کون ہے جو یہ بات پسند کرے گا
کہ اپنی ساری عمر باغ لگانے میں صرف کر دے اور سمجھے
اسکی پیداوار بڑھاپے میں کام آئیگی لیکن جب
بڑھاپا آئے تو دیکھے کہ سارا باغ جل کر ویران ہو
گیا ہے؟ یہی حال اس انسان کا ہے جو ساری
عمر دکھاوے کی نیکیاں کرتا رہتا ہے اور سمجھتا ہے
عاقبت میں کام آئیں گی لیکن جب عاقبت کا
دن آئیگا تو دیکھیگا کہ اس کی ساری محنت
رائیگاں گئی اور اسکی کوئی تخم ریزی بھی پھل نہ لائی

جیسے ایک اونچی زمین پر اُگایا ہوا باغ۔
اس پر پانی برسا تو دوچند پھل پھول پیدا
ہو گئے اگر زور سے پانی نہ برسے تو ہلکی
بوندیں بھی اُسے شاداب کر دینے کے لئے
کافی ہیں! اور یاد رکھو تم جو کچھ بھی کرتے
ہو، اللہ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔
کیا تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ بات
پسند کریگا کہ اس کے پاس کھجوروں کے
درختوں اور انگوروں کی بیلوں کا ایک
باغ ہو۔ اس میں نہریں بہہ رہی
ہوں۔ نیز اس میں اور بھی ہر طرح کے
پھل پھول پیدا ہوتے ہوں۔ پھر ایسا ہو
کہ جب بڑھاپا آجائے اور ناتواں اولاد
اُس آدمی کے چاروں طرف جمع ہو تو اچانک
ایک جھلستی ہوئی آندھی چلے اور (آن کی آن میں) باغ جل کر ویران ہو جائے؟ اللہ
ایسی ہی مثالوں کے پیرایہ میں تم پر حقیقت کی نشانیاں واضح کر دیتا ہے تاکہ
غور و فکر سے کام لو۔

(۷) ایسا نہ ہو کہ جو چیز نکمی اور بے کار ہو، ایسے
خیرات کے نام سے محتاجوں کو دیدو اور سمجھو کہ بس

مسلمانو! جو کچھ تم نے محنت
مزدوری یا تجارت سے کمائی کی ہو

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ
فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ
جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ
فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ع ۲۶۶
وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ

گی اگر زور سے پانی نہ برسے تو ہلکی بوندیں بھی اسے شاداب کردیں کیونکہ اس میں سرسبزی و شادابی کی استعداد موجود ہے۔

اس تمثیل میں خیرات کو بارش سے اور زمین کو دل سے تشبیہ دی گئی ہے اگر زمین ٹھیک ہے یعنی دل میں اخلاص ہے تو جس قدر بھی عمل خیر کیا جائیگا برکت اور پھل لائے گا اگر زمین درست نہیں ہے یعنی اخلاص نہیں ہے تو پھر کتنی ہی دکھاوے کی خیر خیرات کیجائے سب رائیگاں جائیگی اگر دل میں اخلاص ہے تو تھوڑی خیرات بھی برکت

وہ (ریاکاری کی وجہ سے) رائیگاں گیا کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ لگا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں پر (فلاح و سعادت) کی راہ نہیں کھولتا جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

(برخلاف اسکے) جو لوگ اپنا مال (نمود و نمائش کے نہیں بلکہ) اللہ کی خوشنودی کی طلب میں اپنے دل کے جماؤ کیساتھ خرچ کرتے ہیں تو ان کی مثال ایسی ہے

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برائیوں کی ترغیب دیتا ہے لیکن اللہ تمہیں ایسی راہ کیطرف بلاتا ہے جس میں اس کی مغفرت اور اس کے فضل و کرم کا وعدہ ہے اور یاد رکھو' اللہ وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے وہ جسے چاہتا ہے حکمت دیدیتا ہے اور جس کسی کو حکمت مل گئی تو یقین کرو ' اس نے بڑی ہی بھلائی پالی اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں۔

(۸) انسان میں ایسی سمجھ بوجھ کا پیدا ہوجانا کہ دنیا کہ ظاہری اور نمائشی فائدوں ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ حقیقی نفع و نقصان کو سمجھ سکے اور اچھائی اور برائی کی راہوں کا شناسا ہوجائے' اُن باتوں میں سے ہے جسے قرآن حکمت سے تعبیر کرتا ہے اور جسے حکمت مل گئی تو اس نے زندگی کی بہت بڑی برکت پائی!

اور دیکھو' خیرات کی قسم میں سے تم جو کچھ بھی خرچ کرو' یا خدا کی نذر ماننے کے طور پر جو کچھ بھی نکالنا چاہو تو یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے علم سے وہ پوشیدہ نہیں ہے اور جو معصیت کرنیوالے ہیں تو انہیں (خدا کی پکڑ سے بچانے میں) کوئی مددگار نہیں ملے گا

اگر تم (بغیر اس کے کہ دل میں نام و نمود کی خواہش ہو) کھلے طور پر خیرات کرو تو یہ بھی اچھی بات ہے اگر پوشیدہ رکھو اور محتاجوں کو دیدو تو اس میں تمہارے لئے بڑی ہی بہتری ہے یہ تمہارے گناہوں کو تم سے دور کر دے گی

اور یاد رکھو تم جو کچھ بھی کرتے ہو '

(۹) دکھاوے کی خیرات سے روکا گیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب تک چوری چھپے خیرات نہ کر سکو خیرات کرو ہی نہیں یا خواہ مخواہ پوشیدگی میں تکلف کرو کہ یہ تکلف بجائے خود عمل خیر سے مانع ہوجائے مطلب یہ ہے کہ دل میں اخلاص ہونا چاہیئے اور اپنی جانب سے کوئی بات دکھاوے اور نمائش کی نہیں کرنی چاہیئے۔

تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم
بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ ۝ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ وَمَا أَنفَقْتُم
مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ
۲۷۰ مِنْ أَنصَارٍ ۝ إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَ
تُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ

طرح تم نے ثواب کما لیا اگر تمہیں کوئی ایسی چیز دیدے
تو تم اسے پسند کروگے؟ پھر اگر اپنے نفس کیلئے ایسی
چیز لینا پسند نہیں کرتے تو اپنے محتاج بھائیوں کیلئے
کیوں پسند کرتے ہو؟ دوسروں کیساتھ وہی کرو جو تم
چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے

اس میں سے خرچ کردیا جو کچھ ہم
تمہارے لئے زمین میں پیدا کر دیتے ہیں
اس میں سے نکالو، کوئی صورت ہو،
لیکن چاہیئے کہ خدا کی راہ میں خیرات
کرو تو اچھی چیز خیرات کرو۔ ایسا نہ کرو

کہ فصل کی پیداوار میں سے کسی چیز کو ردی اور خراب دیکھ کر خیرات کردو رکھ بیکار کیوں
جائے خدا کے نام پر نکال دیں، حالانکہ اگر ویسی ہی چیز تمہیں دی جائے تو تم کبھی اسے
خوشدلی سے لینے والے نہیں مگر ہاں (جان بوجھ کر) آنکھیں بند کرلو تو دوسری بات
ہے یاد رکھو اللہ کی ذات بے نیاز اور ساری ہی ستائشوں سے ستودہ ہے اسے
تمہاری کسی چیز کی احتیاج نہیں مگر تم اپنی سعادت و نجات کیلئے عمل خیر کے محتاج ہو۔

حق تلفی نہ ہوگی ۔

(۱۱) خیرات کا ایک ضروری مصرف ایسا تھا جس کی طرف ظاہر بین نگاہوں کو توجہ نہیں ہو سکتی تھی یعنی ان لوگوں کی مدد کرنا جو دنیا کا کام دھندہ چھوڑ کر راہِ حق کی خدمت کیلئے وقف ہو گئے ہیں نہ تو انہیں تجارت کی مقدرت ہے نہ کوئی دوسرا وسیلۂ معاش رکھتے ہیں شب و روز دین و ملت کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں حالت ان کی حاجت مندوں کی ہے مگر صورت بے نیازوں کی ۔ چونکہ ایسے افراد کی خبر گیری جماعت کا ضروری فرض تھا اس لئے خصوصیت کیساتھ اس پر توجہ دلائی ۔

(۱۲) لوگ عموماً انہی لوگوں کو خیرات کا مستحق سمجھتے ہیں جو بھیک مانگنے میں چست و چالاک ہوتے ہیں لیکن ایک خوددار حاجت مند کو کوئی نہیں پوچھتا حالانکہ سب سے زیادہ مستحق ایسے ہی لوگ ہیں ۔

(۱۳) ضمناً اس بات کیطرف بھی اشارہ کر دیا کہ جسطرح دینے والوں کو چاہیئے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دیں اسیطرح لینے والوں کو چاہیئے سوال کرکے اپنی خودداری و عفت تاراج نہ کریں انکی شان یہ ہونی چاہیئے کہ بے نیازانہ رہیں لوگوں کا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ بے مانگے مدد کریں ۔

خیرات تو ان حاجتمندوں کا حق ہے جو دنیا کے کام دھندوں سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں گھر کر بیٹھ رہے ہیں (یعنی صرف اسی کام کے ہو رہے ہیں، انہیں یہ طاقت نہیں کہ معیشت کی ڈھونڈھ میں نکلیں اور دوڑ دھوپ کریں پھر باوجود فقر و فاقے کے ان کی خودداری کا یہ حال ہے کہ ناواقف آدمی دیکھے تو خیال کرے انہیں کسی طرح کی احتیاج نہیں تم ان کے چہرے دیکھ کر ان کی حالت جان سکتے ہو لیکن وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کبھی سوال کرنے والے نہیں اور یاد رکھو تم جو کچھ بھی نیکی کی راہ میں خرچ کروگے تو اللہ اس کا علم رکھنے والا ہے ۔

غرضیکہ جو لوگ رات کی تاریکی میں اور دن کی روشنی میں پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا
تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ
اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ
مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ ۲۷۴

(۱) خیرات کرنا خدا پرستی کا قدرتی نتیجہ ہے اس میں نہ تو کسی پر احسان کرنا ہے نہ کسی سے تحسین و تشکر کی توقع رکھنی ہے۔

خدا کے علم سے پوشیدہ نہیں وہ ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔

(۲) اے پیغمبر! تم پر کچھ اس بات کی ذمہ داری نہیں کہ لوگ ہدایت قبول ہی کرلیں (تمہارا کام صرف راہ دکھا دینا ہے) یہ کام اللہ کا ہے جسے چاہے راہ پر لگادے (پس تم لوگوں سے کہہ دو) جو کچھ بھی تم خیرات کروگے تو اس کا فائدہ کچھ مجھے نہیں مل جائیگا۔ اور نہ کسی دوسرے پر اس کا احسان ہوگا، خود اپنے ہی فائدہ کیلئے کروگے اور تمہارا خرچ کرنا اسی غرض کیلئے ہے کہ اللہ کی رضا جوئی کی راہ میں خرچ کرو۔ اور (پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ) جو کچھ تم خیرات کروگے تو خدا کا قانون یہ ہے کہ اس کا بدلہ پوری طرح تمہیں دیدے گا، تمہاری

کی احتیاج کو اپنی احتیاج سمجھے لیکن سودخواری کی ذہنیت بالکل اس کی ضد ہے، سودخور ایک انسان کو حاجت مند دیکھتا ہے تو اسکی مدد کا جذبہ اس میں پیدا نہیں ہوتا، بلکہ چاہتا ہے اسکی احتیاج اور بے بسی سے اپنا کام نکال لے اور اسکی محتاجی کو اپنی دولت مندی کا ذریعہ بنالے خودغرضی کا یہ جذبہ اگر بے روک بڑھتا ہے تو پھر اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ انسان میں انسانی ہمدردی کی بو باس تک باقی نہیں رہتی ایک بے رحم اور بے پناہ درندہ بن کر رہ جاتا ہے قرآن نے اسی حالت کو مرگی کے مرض سے تشبیہ دی ہے جسے عربی میں شیطان کے مس سے تعبیر کرتے تھے یعنی زر پرستی کے جوش سے تمام انسانی احساسات فنا ہو جاتے ہیں اور پیسے کے پیچھے پاگل ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ بریں سود کا طریقہ سرمایہ داری کی راہوں کو کھولتا اور بڑھاتا ہے اور اسلام کا رخ اس کے خلاف ہے وہ دولت کو پھیلانا چاہتا ہے چنانچہ یمحق اللہ الربوٰا و یربی الصدقات کہہ کر سود کی ممانعت کی علت ظاہر کر دی۔ دین حق کا مقصد یہ ہے کہ سود کو مٹائے خیرات کے جذبہ کو ترقی دے اگر خیرات کا جذبہ پوری طرح ترقی کر جائے تو سوسائٹی کا کوئی فرد محتاج و مفلس ہو ہی نہیں سکتا

ہوگا کہ انہوں نے (سود کے ناجائز ہونے سے انکار) کیا اور کہا خرید و فروخت کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے قرض دے کر سود لینا حالانکہ خرید و فروخت کو تو خدا نے حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام (دونوں باتیں ایک طرح کی کیسے ہو سکتی ہیں؟) سو اب جس کسی کو اس کے پروردگار کی یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ آئندہ سود لینے سے رک گیا تو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو چکا ہے اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے لیکن جو کوئی باز نہ آیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ عذاب میں رہنے والا

اللہ سود کو مٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور (یاد رکھو) تمام ایسے لوگوں کو جو نعمت الٰہی کے ناسپاس اور نافرمان ہیں ان کی پسندیدگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں (اور ان کے کام بھی اچھے ہیں نیز نماز

يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ
الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ
وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي
الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا ٢٧٧

تو یقیناً ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے نہ تو اُن کے لئے (عذاب کا) ڈر ہو گا نہ (نامرادی کی) غمگینی ۔

(۲۷۵) نیکی کی راہ میں خرچ کر نیکی استعداد نشوونما نہیں پا سکتی تھی اگر اس کا حکم دیتے ہوئے ان باتوں سے بھی روک نہ دیا جاتا جو ٹھیک اسکی ضد ہیں یہیں اتفاق فی سبیل اللہ کے حکم ساتھ ہی سود کی بھی ممانعت کر دی گئی جو دنیا کی تمام قوموں کی طرح عرب میں بھی رائج تھا۔

دین حق انسان میں باہمی محبت و ہمدردی پیدا کرنی چاہتا ہے اسی لئے اس نے خیرات کا حکم دیا کہ ایک انسان دوسرے انسان کی حاجت روائی کرے اور اس

جو لوگ حاجتمندوں کی مدد کرنے کی جگہ الٹا ان سے سود لیتے ہیں، اور اس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں، وہ یاد رکھیں ان کے ظلم و ستم کا نتیجہ ان کے آگے آنیوالا ہے وہ (کھڑے) نہیں ہو سکیں گے مگر اس آدمی کا سا کھڑا ہونا جسے شیطان کی چھوت نے باؤلا کر دیا ہو (یعنی مرگی کا روگی ہو) یہ اس لئے

تو چاہیئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے اور اگر تم سمجھ رکھتے ہو، تو تمہارے لئے بہتری کی بات تو یہ ہے کہ ایسے تنگدست بھائی کو، اس کا قرض بطور خیرات بخش دو۔

اور دیکھو اس دن کی پرسش سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے ، اور پھر ایسا ہوگا کہ ہر جان نے اپنے عمل سے، جو کچھ کمایا ہے اس کا بدلہ پورا پورا اسے مل جائیگا یہ نہ ہوگا کہ کسی کی بھی حق تلفی ہو۔

چونکہ سود کے ذکر سے لین دین کا معاملہ چھڑ گیا تھا اسلئے اس کے ضروری احکامات بھی بیان کر دیئے گئے اور اس بارے میں لوگوں کی جہالت اور بدمعاشگی سے جو مفاسد پھیل گئے تھے ان کا ازالہ کر دیا گیا۔

(۱) لین دین جسقدر ہو لکھا پڑھی کیساتھ ہو محض زبانی نہ ہو

(۲) ہر طرح کے لین دین کیلئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے

(۳) اگر کوئی فریق نابالغ یا بے سمجھ ہو تو اس کی جانب سے اس کا سرپرست وکالت کرے۔

(۴) کاتب کا فرض ہے کہ دیانتداری کیساتھ اپنا فرض سرانجام دے

(۵) گواہوں کو گواہی دینے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ گواہی کا چھپانا معصیت ہے۔

(۶) اس کا بندوبست کرنا چاہیئے کہ کاتب اور گواہ کو ایلی

مسلمانو! جب کبھی ایسا ہو کہ تم خاص میعاد کیلئے اُدھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو چاہیئے کہ لکھا پڑھی کر لو۔ اور تمہارے درمیان ایک لکھنے والا ہو جو دیانتداری کیساتھ دستاویز قلمبند کر دے۔

لکھنے والے کو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیئے کہ جس طرح اللہ نے اسے دیانتداری کے ساتھ لکھنا، بتلا دیا ہے اس کے مطابق لکھ دے اسے لکھ دینا چاہیئے۔

لکھا پڑھی اس طرح ہو کہ جس کے ذمے دینا ہے وہ مطلب بولتا جائے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ○ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ○
وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ
إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ ۲۸۰
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى
فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ
يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے نہ تو ان کے لیے کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔

مسلمانو! اگر فی الحقیقت تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو۔ اور جس قدر سود مقروضوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ (کیونکہ ممانعت کے صاف صاف حکم کے بعد اسکی خلاف ورزی کرنا اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف جنگ آزما ہو جانا ہے) اور اگر (اس باغیانہ روش سے) توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصلی رقم لے لو اور سود چھوڑ دو۔ نہ تو تم کسی پر ظلم کرو نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔

اور اگر ایسا ہو کہ ایک مقروض تنگدست ہے (اور فوراً قرض ادا نہیں کر سکتا)

تو اس صورت میں چاہیئے، اس کی جانب سے اس کا سرپرست دیانتداری کے ساتھ مطلب بولتا جائے۔

اور جو دستاویز لکھی جائے، اس پر اپنے آدمیوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ کر لو۔

اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد کے بدلے، دو عورتیں جنہیں تم گواہ کرنا پسند کرو۔ اگر (گواہی دیتے ہوئے) ایک بھول جائے گی، دوسری یاد دلاوے گی

اور جب گواہ طلب کئے جائیں تو گواہی دینے سے بچنا نہ چاہیں۔

اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، جب تک میعاد باقی ہے، دستاویز لکھنے میں کاہلی نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک اس میں تمہارے لئے انصاف کی زیادہ مضبوطی ہے، شہادت کو اچھی طرح قائم رکھتا ہے۔ اور اس بات کا حتی الامکان بندوبست کر دینا ہے کہ آئندہ، شک و شبہ میں نہ پڑو۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ نقد (لین دین) کا کاروبار ہو جسے تم (ہاتھوں ہاتھ) لیا دیا کرتے ہو تو ایسی حالت میں کوئی مضائقہ نہیں اگر لکھا پڑھی نہ کی جائے۔

لیکن (تجارتی کاروبار میں بھی) سودا کرتے ہوئے گواہ کر لیا کرو، تاکہ خرید و فروخت کی نوعیت اور شرائط کے بارے میں بعد کو کوئی جھگڑا نہ ہو جائے،

اور کاتب اور گواہ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے (یعنی اس کا موقعہ نہ دیا جائے کہ اہل غرض ان پر دباؤ ڈالیں، اور سچی بات کے اظہار سے مانع ہوں) اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہو گی۔

اور چاہیئے کہ (ہر حال میں) اللہ سے ڈرتے رہو۔ وہ تمہیں (فلاح و سعادت

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ
لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ
الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا
اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا
تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ
كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

غرض نقصان نہ پہنچا سکیں ورنہ نظامِ شہادت درہم برہم ہو جائے گا۔

(۷) اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو ایک مرد کے بدلے دو عورتیں گواہ ہو جائیں ایک بھول جائیگی تو دوسری یاد دلا دے گی۔

اور کاتب لکھتا جائے)، اور چاہیئے کہ ایسا کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا دل میں خوف رکھے جو کچھ اس کے ذمے آتا ہے۔ اس میں کسی طرح کی کمی نہ کرے۔ ٹھیک ٹھیک لکھوا دے۔

اگر ایسا ہو کہ جس کے ذمے دینا ہے، وہ بے عقل ہو، یعنی لین، دین اور معاملہ کی سمجھ نہ رکھتا ہو، یا اس کی استعداد نہ رکھتا ہو کہ خود کہے اور لکھوائے

کا اظہار نہ کرو) جو کوئی گواہی چھپائے گا وہ اپنے دل میں گنہگار ہو گا راگرچہ بظاہر لوگ اس کے جرم سے واقف ہوں اور اُسے بے گناہ سمجھیں ، اور یاد رکھو، تم جو کچھ بھی کرتے ہو، اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں۔

آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ تم اُسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو۔ ہر حال میں اللہ جاننے والا ہے وہ تم سے ضرور اس کا حساب لے گا اور پھر یہ اسی کے ہاتھ ہے کہ جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے اور ہر بات پر قادر ہے۔

سورت کا اختتام، اور دین حق کے اعتقاد و عمل کا خلاصہ، سورت کی ابتدا بھی اسی سے ہوئی تھی، اور اختتام بھی اسی پر ہوتا ہے۔

اللہ کا رسول اس رکلام) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے۔

اور جو لوگ ردعوتِ حق پر) ایمان لاتے ہیں۔ وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں (ان کے ایمان کا دستورالعمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ، ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے رکہ اسے مانیں، دوسروں کو نہ مانیں۔ یا سب کو مانیں مگر کسی ایک سے انکار کر دیں۔ ہم خدا کے تمام رسولوں کی یکساں طور پر تصدیق کرنے والے ہیں) اور ریہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں داعی حق نے پکارا تو را انہوں نے کہا۔ خدایا ہم نے تیرا حکم سنا

يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ
وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا
فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ۧ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ
۲۸۴ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

کے طریقے) سکھاتا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے!

اور اگر تم سفر میں ہو۔ اور (ایسی حالت ہو کر باقاعدہ لکھا پڑھی کرنے کے لئے) کوئی کاتب نہ ملے تو اس صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز گرو رکھ کر اس کا قبضہ (قرض دینے والے کو) دیدیا جائے پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں سے ایک آدمی دوسرے کا اعتبار کرے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے (یعنی جس کا اعتبار کرکے گرو کی چیز اس کی امانت میں دے دی گئی ہے، وہ (قرض کی رقم لے کر مقروض کی) امانت واپس کر دے اور (اس بارے میں) اپنے پروردگار (کی پوچھ گچھ) سے بیخوف نہ ہو اور دیکھو! ایسا نہ کرو کہ گواہی چھپاؤ (اور کسی کے خوف یا طمع سے حقیقت

(۸) رہن یعنی کوئی چیز گرو رکھکر قرض لینے اور دینے کا حکم، مرہون چیز مالک کی چیز ہے۔ قرض دینے والے کے لئے جائز نہیں کہ اس کی واپسی سے انکار کرے۔

کا گروہ کفر کا گروہ ہے۔ ہماری مدد فرما!

استدراک

(۱) قرآن کی انیس سورتیں ایسی ہیں جن کی ابتدا میں حروف مقطعات آتے ہیں۔ من جملہ ان کے سورۂ بقر ہے ان حروف کو ان سورتوں کا نام یا عنوان سمجھنا چاہیئے۔ جن میں ان کے مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲) زندگی کی تمام باتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ دو طرح کے انسان پائے جاتے ہیں بعض طبیعتیں محتاط ہوتی ہیں بعض بے پروا ہوتی ہیں۔ جن کی طبیعت محتاط ہوتی ہے وہ ہر بات میں سمجھ بوجھکر قدم اٹھاتے ہیں۔ اچھے برے، نفع و نقصان، نشیب و فراز کا خیال رکھتے ہیں۔ جس بات میں برائی پاتے ہیں، چھوڑ دیتے ہیں، جس میں اچھائی دیکھتے ہیں، اختیار کر لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو لوگ بے پروا ہوتے ہیں، ان کی طبیعتیں بے لگام اور چھوٹ ہوتی ہیں جو راہ دکھائی دے گی چل پڑیں گے۔ جس کام کا خیال آجائیگا کر بیٹھیں گے جو غذا سامنے آجائے گی کھا لیں گے جس بات پر اڑنا چاہیں گے، اڑ بیٹھیں گے۔ اچھائی برائی، نفع نقصان، دلیل اور توجیہ کسی بات کی بھی انہیں پروا نہیں ہوتی۔

جس حالت کو ہم نے یہاں "احتیاط" سے تعبیر کیا ہے اسی کو قرآن "تقوٰے" سے تعبیر کرتا ہے "متقی" یعنی ایسا آدمی جو اپنے فکر و عمل میں بے پروا نہیں ہوتا۔ ہر بات کو درستگی کے ساتھ سمجھنے اور کرنے کی کھٹک رکھتا ہے۔ برائی اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے اور اچھائی اور فائدہ کی جستجو رکھتا ہے، قرآن کہتا ہے، ایسے ہی لوگ تعلیم

رُّسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ
اَطَعْنَا ۟ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا
حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا
٢٨٦ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور ہم نے تیرے آگے اطاعت کا سر جھکا دیا۔ تیری مغفرت ہمیں نصیب ہو خدایا! ہم سب کو تیری ہی طرف (بالآخر) لوٹنا ہے!

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ ہر جان کے لئے وہی ہے جیسی کچھ اس کی کمائی ہے۔ جو کچھ اُسے پانا ہے۔ وہ بھی اس کی کمائی سے ہے اور جس کے لئے اسے جواب دہ ہونا ہے۔ وہ بھی اس کی کمائی ہے (پس ایمان والوں کی صدائے حال یہ ہوتی ہے کہ) خدایا! اگر ہم سے (سعی و عمل میں) بھول چوک ہو جائے تو اس کے لئے نہ پکڑیو۔ اور ہمیں بخش دیجیو! خدایا! ہم پر بندشوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو۔ جیسا ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ خدایا! ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوائیو۔ جس کے اٹھانے کی ہم (ناتواں) میں سکت نہ ہو۔ خدایا! ہم سے درگزر کر! خدایا ہم پر رحم کر! خدایا! تو ہی ہمارا مالک آقا ہے۔ پس ان (ظالموں) کے مقابلے میں حق

کاوش کرکے فتنہ پیدا کردیتے ہیں۔

ہم ان امور پر کیوں یقین رکھیں؟ کیوں انہیں بے چون وچرا تسلیم کرلیں؟

اس لئے کہ بغیر اس کے زندگی کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

ہم وجدانی طور پر محسوس کرتے ہیں کہ ہماری محسوسات کی سرحد سے آگے بھی کچھ ہونا چاہیئے لیکن ہمیں علم وادراک کے ذریعے کوئی یقینی بصیرت نہیں ملتی اگر اس بارے میں یقین کی کوئی صدا ہے تو وہ صرف الہامی ہدایت کی صدا ہے اگر ہم اس سے انکار کردیں تو پھر ہمارے پاس جہل وتاریکی کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

ہم نے اس وقت تک علم وادراک کے ذریعے اس بارے میں جو کچھ معلوم کیا ہے اس میں کوئی یقینی بصیرت ایسی نہیں ہے جو ان حقائق کے خلاف ہو۔

ہم نے یہاں "یقینی بصیرت" کا لفظ اس لئے کہا کہ عالم غیب کے ان حقائق کے خلاف اس وقت تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ یا تو عدم علم کا اعتراف ہے جیسا کہ تمام حکماء قدیم و جدید نے کیا یا پھر انکار ہے تو اس کی بنا تمام تر ظنون وتخمینات ہیں کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں ہے، قرآن کہتا ہے تم گمان وشک کا حربہ لیکر یقین اور بصیرت کا مقابلہ نہیں کرسکتے!

اس بارے میں کتنی ہی کاوش کی جائے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا جو قرآن نے کہہ دیا ہے!

آیت ۵ کا مطالعہ کرتے ہوئے حسب ذیل نوٹ پر بھی نظر ڈال لی جائے۔

قرآن کا جب ظہور ہوا تو قبولیت حق کی استعداد کے لحاظ سے تین طرح کے انسانی گروہ موجود تھے۔

حق سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کامیاب ہو سکتے ہیں!

حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا تھا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا "اما سلکت طریقاً ذا شوک؟" تم کبھی ایسے راستے میں نہیں چلے جس میں کانٹے ہوں؟ فرمایا ہاں، کہا "فما عملت؟" اس حالت میں تم نے کیا کیا؟ فرمایا "شمرت و احتذرت" میں نے کوشش کی کہ کانٹوں سے بچ کر نکل جاؤں کہا "فذالک التقویٰ" یہی تقویٰ کی حقیقت ہے۔"

(۳) انسان کے علم و ادراک کا ذریعہ حواس خمسہ ہیں یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں جو کچھ ان کے ذریعہ معلوم کر سکتا ہے اس کیلئے محسوس ہے جو معلوم نہیں کر سکتا، غیر محسوس ہے قرآن نے اس مطلب کیلئے غیب اور شہادت کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ عالم غیب یعنی غیر محسوسات۔ عالم شہادت یعنی محسوسات۔ فرمایا، خدا پرستی کی بنیاد یہ ہے کہ ان حقائق پر یقین رکھے جو اگرچہ اس کیلئے غیر محسوس و معلوم ہیں لیکن وجدان اس کی شہادت دیتا ہے اور وحی نے ان کی خبر دی ہے مثلاً خدا کی ذات و صفات ملائکہ کا وجود وحی و نبوت مرنے کے بعد کی زندگی، عذاب و ثواب، دنیا کی ابتدائی پیدائش، عالم آخرت کے احوال و واردات۔

سورۂ آل عمران میں مطالب قرآنی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ محکمات، اور متشابہات، متشابہات سے مقصود وہی بیانات ہیں جن کا تعلق عالم غیب سے ہے قرآن کہتا ہے جو لوگ علم کے پکے اور سمجھ کے سیدھے ہیں وہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کاوش میں نہیں پڑتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ امور عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہیں لیکن جو لوگ علم و بصیرت سے محروم ہیں وہ ان میں

ویسی ہی حالت خود ان کی بھی نہیں ہو گئی ہے؟ کیا قرآن کا یہ زبردست اعلان کہ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمومنین۔" خود ان پر بھی صادق نہیں آرہا!

یاد رہے کہ تیسرے گروہ کی یہ حالت نفاق سے تعبیر کی گئی ہے لیکن اس نفاق سے مقصود وہ نفاق نہیں ہے جو مکہ اور مدینے کے بعض منافقوں کا تھا کہ بظاہر مسلمان ہو گئے تھے، دل میں منکر تھے وہ دوسرا گروہ ہے اور اس کا ذکر آل عمران اور النساء وغیرہا میں آئیگا۔

نوٹ آیت ۱۶ تا ۱۹

یہ دونوں تمثیلیں تیسرے گروہ کی نفسیاتی حالت واضح کرتی ہیں۔ پہلی تمثیل ظاہر ہے دوسری کا مطلب سمجھ لینا چاہیے اس میں مرکب تشبیہ ہے یعنی حالات کے ملے جلے مجموعے کو ایک دوسرے مجموعہ حالات سے تشبیہ دی ہے۔

(۱) بارش میں زمین اور زمین کی تمام مخلوقات کے لئے زندگی ہے لیکن جب برستی ہے تو بادل گرجتے ہیں، بجلی چمکتی ہے گھٹاؤں سے تاریکی چھا جاتی ہے۔ مستعد طبیعتیں یہ حالت دیکھ کر گھبراتی نہیں اور سمجھ جاتی ہیں کہ یہ باران رحمت کی برکتوں کا پیش خیمہ ہیں وہ کوشش کرتی ہیں کہ وقت کی برکت سے جس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اٹھالیں لیکن جو لوگ دل کے کچے اور استعداد سے محروم ہوتے ہیں وہ بارش کی برکتوں کو تو بھول جاتے ہیں، ان کے ظہور کے ہنگاموں سے سہمنے لگتے ہیں۔

فرمایا، یہی حال ان محروموں کا ہے۔ یہ مدعیان ایمان و شریعت (یعنی اہل کتاب) دعوت حق کے منتظر تھے لیکن جب ظاہر ہوئی اور قدرتی طور پر اس کے ساتھ ابتدائے ظہور کے مصائب و محن بھی نمودار ہوئے تو ان کی نظر اس کی برکتوں کی طرف نہیں گئی۔ مصائب و محن کی آزمائشوں سے سہم کر رہ گئے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک بدبخت بارش کے موسم میں

(۱) خدا پرست اور طالب حق گروہ اس میں کچھ لوگ عرب کے موحدین میں سے تھے۔ کچھ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے راست باز انسان تھے اس گروہ نے جونہی صدائے حق سُنی پہچان لیا اور قبول کر لیا۔

(۲) عام مشرکین عرب جن کے پاس ایمان و خدا پرستی کی کوئی تعلیم موجود نہ تھی۔ محض رسوم و اوہام کے پجاری اور تقلید آباؤ اجداد کی مخلوق تھے ان میں سے اکثروں کی طبیعتیں گمراہی و فساد کی پختگی سے اس درجہ مسخ ہو گئی تھیں کہ کتنی ہی اچھی بات کہی جائے، ماننے والے نہ تھے چنانچہ وہ خود کہتے تھے "تمہاری دعوت کیلئے نہ تو ہمارے دلوں میں جگہ ہے نہ کانوں میں سماعت۔ ہمارے اور تمہارے درمیان مخالفت کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی ہے ہم تمہاری بات سننے والے نہیں!" (۴۱ ، ۳)

(۳) اہل کتاب یعنی الہامی تعلیمات کے پیرو۔ ان میں سر برآوردہ گروہ یہودیوں، اور عیسائیوں کا تھا۔ یہ دونوں جماعتیں ایمان و خدا پرستی کی مدعی تھیں، اتباع شریعت کا دم بھرتی تھیں، تورات اور انجیل کو کتاب الٰہی مانتی تھیں، اور اپنے سوا سب کو دین کی صداقت سے محروم سمجھتی تھیں مگر دونوں نے ایمان و خدا پرستی کی حقیقت کھو دی تھی اور اعتقاد و عمل کی تمام سچائیوں سے محروم ہو گئے تھے۔

قرآن کہتا ہے پہلا گروہ میری تعلیم سے فیضیاب ہوگا۔ دوسرا ماننے والا نہیں۔ تیسرا اگرچہ ایمان کا مدعی ہے مگر فی الحقیقت ایمان نہیں رکھتا۔

پھر جا بجا اہل کتاب کو مخاطب کیا ہے اور ان کی اعتقادی اور عملی گمراہیاں واضح کی ہیں جن کی بنا پر باوجود ادعاء ایمان، ان کے ایمان کی نفی کی گئی۔

مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ جو حالت یہود و نصاریٰ کی قرآن نے بیان کی ہے کیا

مرد سے جدا جہاں تیجے دیکھی، خاندانی زندگی میں صرف باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کی حیثیتیں نمایاں ہوتی تھیں۔ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔

جب کبھی انسان کا لفظ بولا جاتا تھا تو اس کا مخاطب مرد ہی کو سمجھا جاتا تھا۔عورت مرد کے سائے میں جگہ پا سکتی تھی مگر اس کیساتھ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔

یہودی اور مسیحی تصور نے "پیدائشی گناہ" کے عقیدے کا سارا بوجھ عورت کے سر ڈال دیا تھا۔آدم کی لغزش کا باعث حوا ہوئی۔اسلئے گناہ کا پہلا بیج عورت کے ہاتھوں پڑا۔ اور وہی مرد کی گمراہی کیلئے شیطان کا آلہ کار بنی تھی۔اب ہمیشہ عورت کی ہستی میں گناہ کی دعوت ابھرتی رہے گی۔

دماغی اور معاشرتی زندگی کے دائروں کی طرح مذہبی زندگی کے دائرے میں بھی عورت مرد کی ہمسر نہ ہو سکی۔گویا انسانوں کیطرح خدا کا فیصلہ بھی اس کے خلاف گیا تھا۔

لیکن قرآن نے صرف عورتوں کے حقوق کا اعتقاد ہی پیدا ہی نہیں کیا بلکہ صاف صاف اعلان کر دیا کہ حقوق کے اعتبار سے دونوں کا درجہ ایک ہے جسطرح مرد کے حقوق عورت پر ہوئے، ٹھیک اسی طرح عورت کے حقوق بھی مرد پر ہوئے۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (۲ : ۲۲۸) اور حسن سلوک میں بیوی کے حقوق بھی اسی طرح شوہر پر ہوئے جسطرح شوہروں کے بیویوں پر ہوئے

یعنی جس طرح عورتوں کو دینا ہے اسی طرح لینا بھی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرد اپنے حق کا تو عورت سے مطالبہ کرے لیکن عورت کا حق بھلا دے اگر عورت مرد کے حقوق کی مقروض ہے تو اسی طرح مرد بھی عورت کے حقوق کا مقروض ہے!

قرآن نے یہ چار لفظ کہہ کر "ولھن مثل الذی علیھن" انسان کی معاشرتی زندگی کے سب

کاشت کاری کرنے کی جگہ، بادل کی گرج سے ڈرا سہما کسی کونے میں دبکا پڑا ہو!

(۲) فرض کرو۔ ایک شخص اسی عالم میں جا رہا ہے جب بجلی کی چمک سے راستہ دکھائی دیتا ہے تو ایک قدم چل لیتا ہے۔ جب غائب ہو جاتی ہے تو ٹھٹک کر رہ جاتا ہے اس کے پاس نہ تو اس کی کوئی روشنی ہے جو راہ دکھائے نہ عزم و ہمت ہے جو بڑھائے لے چلے! فرمایا یہی حال ان لوگوں کا ہے جو دین حق کی روشنی کھو چکے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا پرستی کی روح باقی نہ رہی یہ بات نہیں ہے کہ دوسرے گروہ کی طرح (یعنی مشرکین عرب کی طرح) اپنے نہ سوں میں چلتے ہیں مگر اسی طرح کہ جب کبھی بجلی کوندگئی۔ دو چار قدم اٹھا دیئے پھر وہی تاریکی ہے اور وہی سراسیمگی۔

قرآن نے جا بجا ایمان کو روشنی سے تشبیہ دی ہے مومن وہ ہے کہ ہمیشہ اس کی روشنی اس کے آگے رہنمائی کے لئے موجود ہو۔ ”یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم“ (۶۶:۸)

نوٹ آیت ۲۲۸

ساتویں صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا تو دنیا اس حقیقت سے یک قلم ناآشنا تھی کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے بھی کچھ حقوق ہو سکتے ہیں منو کے قانون نے عورت کی ہستی صرف اسی شکل میں دیکھی تھی کہ وہ مرد کیلئے پیدائش اولاد کا ذریعہ ہے اور اس کی نجات اس پر موقوف ہوتی کہ مرد کی خدمتگزاری میں اپنی زندگی فنا کر دے، یہودی قانون عورت کو مرد کی جائداد تصور کرتا تھا اور خاندانی زندگی میں اسکی کوئی مستقل حیثیت نہ تھی۔ یہی کلیسا کا فیصلہ یہ تھا کہ انسان ہونے کے لحاظ سے مرد اور عورت یکساں نہیں ہیں۔ ”انسان صرف مرد ہے“، اور عورت میں انسانی روح کی جگہ ایک دوسری روح بولتی ہے رومی قانون نے بھی جو یورپ کے تمام قوانین عامہ کا ابتدائی سرچشمہ ہے، عورت کی جگہ

یہ ظاہر ہے کہ اس امتیاز سے مرد کو کوئی پیدائشی امتیاز حاصل نہیں ہو جاتا محض خاندانی نظام کا ایک خاص ڈھنگ ہے جس نے یہ جگہ اسے دلادی ہے فرض کرو، ستمدن النسانوں کا خاندانی نظام اس طرح چلنے لگتا کہ انتظام معیشت کی باگ مرد کی جگہ عورت کے ہاتھ آ جاتی تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ امتیاز مرد کو نہیں ملتا۔ عورت کے حصے میں آتا۔

جہاں تک معیشی اور مالیاتی استقلال کا تعلق ہے قرآن نے اس سے صاف انکار کر دیا کہ یہ استقلال صرف مردوں ہی کے حصے میں آیا ہے اس نے قطعی لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مرد کی کمائی مرد کے لئے ہو گی۔ عورت کی کمائی عورت کیلئے۔ عورت بیٹی ہو کر باپ سے الگ بہن ہو کر بھائی سے الگ بیوی ہو کر شوہر سے الگ مستقلاً اپنی کمائی کا انتظام کر سکتی ہے اور اس کی مالک ہو سکتی ہے۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا — مردوں نے جو کچھ کمائی کی اس میں ان کا حصہ ہوا

وللنساء نصیب مما اکتسبن (۴: ۳۲) عورتوں نے جو کچھ کمائی کی اس میں انکا حصہ ہوا۔

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوا کہ جہانتک جنسی درجہ اور حقوق کا تعلق ہے قرآن کے نزدیک دونوں جنسیں برابر ہوئیں۔ البتہ معیشت کی فراہمی کا کام نظام معاشرت نے مردوں کے سر ڈالدیا ہے اسی کو وہ ایک "خاص درجہ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اصلاً یہ ایک طرح کا باہمی تقسیم عمل ہے مرد کماتا ہے عورت خرچ کرتی ہے۔

قرآن کے تمام مخاطبات عام ہیں وہ جب کبھی "یا ایھا الناس" اور "یا ایھا الذین آمنوا" کہتا ہے تو یکساں طور پر دونوں جنسوں کو مخاطب کرتا ہے اس نے مذہبی اعمال میں امتیاز کی کوئی لکیر ایسی نہیں کھینچی جسے عورت عبور نہ کر سکتی ہو۔ تمام اعمال و طاعات یکساں طور پر دونوں کیلئے ہوئے اور دینی فضیلتوں کے تمام مدارج بھی یکساں طور پر دونوں کے حصے

سے بڑے انقلاب کا اعلان کر دیا تھا ان چار لفظوں نے عورت کو وہ سب کچھ دیدیا جو اس کا حق تھا مگر جو اسے کبھی نہیں ملا تھا ان لفظوں نے اُسے محرومی و شقاوت کی خاک سے اٹھایا اور عزت و مساوات کے تخت پر بٹھایا پھر اس اسلوب بیان کی جامعیت اور مانعیت پر غور کرو۔ زندگی و معاشرت کی کونسی بات ہے جو ان چار لفظوں میں نہیں آگئی؟ اور کونسا رخنہ ہے جو بند نہیں کر دیا گیا۔

البتہ آگے چل کر یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ باوجود حقوق کی برابری کے ایک خاص درجہ مرد کے لئے ماننا پڑتا ہے۔

وللرجال علیهن درجة (۲: ۲۲۹) البتہ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کو ایک خاص درجہ ضرور حاصل ہوا ہے۔

اس خاص درجہ سے مقصود کونسا درجہ ہے؟ اس کا جواب سورۂ نساء میں یہیں مل جاتا ہے

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ	مرد عورتوں کیلئے کارفرما ہوئے اس لئے
بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم	کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر
(۴: ۳۴)	فضیلت دی اور اس لئے کہ مرد اپنا

مال زجو ان کی محنت سے جمع ہوتا ہے، عورتوں پر خرچ کرتے ہیں

یعنی خاندانی زندگی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اگر کوئی فرد اس کا "قوام" یعنی بندوبست کرنے والا نہ ہو۔ یہ "قوام" ہستی کس کی ہوتی؟ شوہر کی یا بیوی کی؟ قرآن کہتا ہے خاندانی زندگی کا نظام اس طرح چل رہا ہے کہ "قوام" ہستی کی جگہ شوہر کی ہوئی۔ پس اتنا ہی امتیاز ہے جو مرد کو عورت کے مقابلے میں حاصل ہے بشرطیکہ اس انتظامی ذمہ داری کو جو سرتا سر ایک بوجھ ہے وجہ امتیاز حاصل کر لیا جائے۔

قرآن کے نزول سے پہلے عرب کا بھی وہی حال تھا جو اس بارے میں تمام دنیا کا تھا لیکن قرآن کی تعلیم نے جو انقلاب حال پیدا کر دیا۔ اسکی وضاحت کیلئے صرف ایک واقعہ کیطرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں پہلی مرتبہ سیاسی خانہ جنگی برپا ہوئی تو ایک گروہ نے حضرت عائشہؓ کی قیادت میں میدان جنگ کا رخ کیا اور اس وقت کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں گذری کہ حضرت عائشہؓ عورت ہو کر ایک سیاسی اور فوجی تحریک کی قائد کیسے ہو سکتی ہیں؟ یورپ آج تک اس مسئلہ کی نزاع سے فارغ نہیں ہو سکا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تصویت (یعنی ملکی انتخابات میں ووٹ دینے) کا حق حاصل ہونا چاہیئے یا نہیں؟ اور انگلستان کی سفریجسٹ (Suffragist) تحریک کا ہنگامہ تو ابھی کل کی بات ہے۔ لیکن جو مسلمان آج سے تیرہ سو برس پہلے حضرت عائشہؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہیں عورتوں کے اس حق کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو لوگ مخالف تھے۔ ان کی مخالفت بھی اصل، برالنزاع معاملہ میں تھی۔ اس بارے میں نہ تھی کہ حضرت عائشہؓ عورت ہو کر ایک جنگ آزما سیاسی گروہ کی قائد کیونکر ہو سکتی ہیں۔



میں آئے۔ انسان ان دونوں نصف ٹکڑوں کے ملنے سے انسان ہے ایک نصف دوسرے نصف سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو کمتر ہے میں بہتر ہوں۔

خطابات اور بیانات میں آجکل یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ جب کبھی معاشرت و جمعیت کے اعتبار سے لوگوں کا ذکر کیا جائے تو مرد اور عورت دونوں کو یاد کیا جائے مثلاً کہیں گے ہر مرد اور عورت کا یہ فرض ہے" یا "قوم ہر مرد اور عورت سے یہ امید رکھتی ہے" ہر ایسا بیان جو اس تصریح سے خالی ہو، ناقص بیان سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن نے آج سے تیرہ سو برس پہلے یہی اسلوب بیان اختیار کیا تھا: ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقانتین والقٰنتٰت والصّٰدقین والصّٰدقٰت، والمؤمنون والمؤمنٰت بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر (۹ : ۷۱)

یورپ میں آج تک عورت اپنے ذاتی نام سے اپنی شخصیت نمایاں نہیں کر سکتی جب تک شادی نہیں ہوتی۔ مس ٹامسن ہے جب شادی ہوگئی تو مسز جونس ہوگئی۔ یعنی خود اس کی شخصیت کوئی مستقل انفرادیت نہیں رکھتی، یا باپ کے سائے میں دکھائی دے گی یا شوہر کے لیکن مسلمانوں کی معاشرتی تہذیب میں کبھی ایسا نامنصفانہ تخیل پیدا نہیں ہوا۔ عورت لڑکی ہو یا بیوی، وہ ہمیشہ فاطمہ اور عائشہ ہی کی حیثیت سے نمایاں ہوگی۔ باپ اور شوہر کے سائے میں نہیں چھوڑ دی جائیگی، افسوس ہے کہ اب یورپ کی اندھی تقلید میں لوگ اس درجہ کھوئے گئے ہیں کہ اپنا قدیم طریقہ چھوڑ کر یورپ کا طریق تسمیہ اختیار کرتے جاتے ہیں چنانچہ ہندوستان اور مصر وغیرہ میں یہ طریقہ عام ہو گیا ہے کہ "مس" اور "مسز" اور "ماڈاموزیل" اور "مادام" کی ترکیب سے جدید تعلیمیافتہ خواتین کو یاد کیا جائیگا حالانکہ یورپ کا یہ طریقہ قرون وسطی کی غیر شائستہ ذہنیت کی یادگار ہے اور خود یورپ بھی اب اس کا خواہشمند نہیں کہ اس رسم کی عمر اور دراز کی جائے۔

روحانی احتیاجات کیلئے انسان کو دو چیزیں دی گئیں الکتاب اور الفرقان ۔ الکتاب خدا کی وحی ہے جو ہدایت و سعادت کیطرف رہنمائی کرتی ہے، الفرقان جوہر عقل ہے جو اسے سمجھتا اور قبول کرتا ہے۔ پہلی چیز تعلیم ہے دوسری تعلیم کی استعداد ہے پہلی ہدایت کی قوت فاعلہ ہے، دوسری منفعلہ

سنت الہی اس بارے میں یہ ہے کہ جو لوگ کفر و سرکشی کیساتھ الکتاب کا مقابلہ کرتے ہیں اور الفرقان یعنی جوہر عقل و تمیز سے کام نہیں لیتے تو ان کے لئے دنیا میں نامرادی ہوتی ہے اور آخرت میں عذاب ۔

جس حی قیوم کی کارفرمائیوں کا یہ حال ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے اسکی مناسب و موزوں صورت بنا دیتا ہے کیا ضروری نہیں کہ پیدائش کے بعد اس کی روحانی فلاح و سعادت کی بھی صورت آرائی کر دیتا ۔

الکتاب نازل کی (یعنی قرآن نازل کیا، اس سے پہلے جس قدر کتابیں نازل ہو چکی ہیں، ان سب کی تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے (ان سے الگ نہیں ہے) اور اسی (حی و قیوم ذات) نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل نازل کی تھی۔ نیز اس نے الفرقان (یعنی نیک و بد اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والی قوت) بھی نازل فرمائی ۔

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں (اور حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیتے ہیں، تو یاد رکھیں) انہیں (پاداشِ عمل میں) سخت عذاب ملنے والا ہے، اور اللہ سب پہ غالب، اور (مجرموں کو) سزا دینے والا ہے ۔

بلاشبہ اللہ کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں - خواہ زمین میں ہو، خواہ آسمان میں ۔ یہ اسی کی کارفرمائی ہے کہ جس طرح چاہتا ہے ۔ ماں کے شکم میں تمہاری صورت (کا ڈیل ڈول اور ناک نقشہ) بنا دیتا ہے (اور قبل اس کے کہ دنیا میں قدم رکھو، تمہاری حالت و ضرورت کے مطابق تمہیں ایک موزوں صورت

اٰلِ عمران

مدنیہ وھی مائتا اٰیۃ

مدنی، ۲۰۰ - آیتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ
التَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۝ لا مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ
الْفُرْقَانَ ۭ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى
٥ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِيْ
يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

اللہ الحی ہے یعنی زندہ ہے اس کیلئے فنا و زوال نہیں، القیوم ہے یعنی ہر چیز اس سے قائم ہے وہ اپنے قیام کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ اسکے حی و قیوم ہونیکا مقتضا یہی تھا کہ انسان کی زندگی و قیام کی تمام احتیاجات مہیا کر دے احتیاجات دو طرح کی ہیں۔ جسمانی اور روحانی، اس نے جسطرح پہلی کا انتظام کیا اسی طرح دوسری کا بھی سر و سامان کیا۔

الف - لام - میم - اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی نہیں مگر اسی کی ایک ذات الحی (یعنی زندہ کہ اس کے لئے زوال و فنا نہیں)، القیوم (کہ کائنات ہستی کی ہر چیز اس سے قائم ہے وہ اپنے قیام کے لئے کسی کا محتاج نہیں)، اسی نے تم پر سچائی کیساتھ

پیرایہ میں کیا جاتا ہے کہ فہم انسانی کیلئے ناقابل برداشت نہ ہو اور اس لئے تشبیہ و مجاز سے خالی نہیں ہوتا اگر ایک شخص کج فہمی سے کاوش کرنی چاہے تو طرح طرح کے معانی و مباحث کے احتمالات پیدا کر سکتا ہے ۔

پس جو لوگ سمجھ کے سیدھے اور علم میں پکے ہوتے ہیں وہ محکمات کو اصل سمجھتے ہیں کہ علم و ہدایت کیلئے کافی ہوتے ہیں اور متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے کہ ان میں کاوش سود مند عمل نہیں، علم کے رسوخ اور معرفت کے کمال سے یہ حقیقت ان پر کھل جاتی ہے کہ متشابہات کی حقیقت کا ادراک عقل انسانی کی پہنچ سے باہر ہے وہ خلاف عقل نہیں ہیں مگر ماورائے عقل ہیں انسان ان پر یقین کر سکتا ہے مگر انکی حقیقت نہیں پا سکتا پس وہ کہتے ہیں جو کچھ بھی اللہ کے کلام میں ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس سے آگے قدم بڑھانا نہیں چاہتے ۔

لیکن جن لوگوں کی سمجھ میں کجی ہوتی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور ایمان و یقین کیلئے فتنہ پیدا کر دیتے ہیں

سمجھ سکتے اور محکم آیتیں چھوڑ کر ان آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، جو کتاب اللہ میں متشابہ ہیں اس غرض سے کہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت معلوم کر لیں حالانکہ ان کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جہاں تک انسان کا علم و حواس نہیں پہنچ سکتا، مگر جو لوگ علم میں پکے ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے۔ وہ کہتے ہیں "ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے" اور حقیقت یہ ہے کہ تعلیم حق سے دانائی حاصل نہیں کرتے مگر وہی، جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں، (ان ارباب عقل و بصیرت کی صدائے حال ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ) "خدایا ہمیں سیدھے رستے لگا دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ڈانواڈول نہ کر، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما! یقیناً تو ہی ہے کہ بخشش میں تجھ سے بڑا کوئی نہیں ۔

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ
اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۖ فَأَمَّا
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ
الرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهِ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ
رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا ۷

ل جاتی ہے ایقیناً کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی غالب و توانا رکہ اسی کے حکم و طاقت سے سب کچھ ظہور میں آتا ہے، حکمت والا رکہ انسان کی پیدائش سے پہلے شکم مادر میں اس کی صورت آرائی کر دیتا ہے)

اس اصل عظیم کا بیان کہ کتاب اللہ کی تعلیم ہمیشہ دو اصولی قسموں پر مشتمل ہوتی ہے محکم اور متشابہ۔ محکم سے مقصود وہ مطالب ہیں جو اصل و بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اس لئے انسانی عقل کے لئے صاف صاف اور کھلے احکام ہیں، مثلاً توحید و رسالت اوامر و نواہی، حلال و حرام متشابہ سے مقصود وہ مطالب ہیں جن کا تعلق ماوراء عقل حقائق سے ہے اور انسان علم و حواس کے ذریعہ ان کا ادراک نہیں کر سکتا مثلاً خدا کی ہستی، مرنے کے بعد کی زندگی، عالم آخرت کے احوال عذاب و ثواب کی حقیقت پس ناگزیر طور پر ان کا بیان ایسے

(اے پیغمبر!) وہی (حی و قیوم ذات) ہے جس نے تم پر الکتاب نازل فرمائی ہے، اس میں ایک قسم تو محکم آیتوں کی ہے، (یعنی ایسی آیتوں کی جو اپنے ایک ہی معنی میں اٹل اور ظاہر ہیں) اور وہ کتاب کی اصل و بنیاد ہیں، دوسری قسم متشابہات کی ہے (یعنی جن کا مطلب کھلا اور قطعی نہیں ہے)، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے (اور سیدھے طریقے پر بات نہیں

ان لوگوں کا بھی وہی ڈھنگ ہوا، جو فرعون کے گروہ کا تھا اور ان لوگوں کا تھا جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے اللہ کی نشانیاں جھٹلائیں تو اللہ نے بھی پاداشِ عمل میں انہیں پکڑ لیا اور (یاد رکھو، وہ مجرموں کی سزا دینے میں بہت ہی سخت سزا دینے والا ہے!

(اے پیغمبر!) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان سے کہہ دو، وہ وقت دور نہیں جب (آلِ فرعون کی طرح) تم بھی (غلبۂ حق سے) مغلوب ہو جاؤ گے، اور جہنم کی طرف ہنکائے جاؤ گے اور (جس گروہ کا آخری ٹھکانا جہنم ہو، تو اس کا ٹھکانا کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔"

جنگ بدر کا نتیجہ اس معاملہ کی ابتدا تھا، تاہم فیصلہ کن تھا اگر عبرت پذیری کی استعداد فنا نہ ہو گئی ہوتی تو ان لوگوں کے تنبہ کیلئے کافی تھا[1]

بلاشبہ تمہارے لئے ان دو گروہوں میں (کلمۂ حق کی فتحمندیوں کی) بڑی ہی نشانی تھی، جو (بدر کے میدان میں) ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے اس وقت ایک گروہ تو (مٹھی بھر بے سروسامان مسلمانوں کا تھا جو) جو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ دوسرا منکرینِ حق کا تھا جنہیں مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ان سے دو چند ہیں (بایں ہمہ منکرینِ حق کو شکست ہوئی) اور (اللہ جس کسی کو چاہتا ہے اپنی نصرت سے مددگاری

---

[1] اہل مکہ کے مظالم سے مجبور ہو کر پیغمبر اسلام نے ہجرت کی اور مدینہ آ بسے لیکن قریش مکہ نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ ہجرت کے دوسرے سال ایک لشکر طیار ہوا اور مدینہ پر حملہ آور ہو گیا مسلمان بھی مدینہ سے نکلے اور بدر نامی ایک کنوئیں کے پاس لڑائی ہوئی جنگ بدر سے مقصود یہی لڑائی ہے مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی اور دشمن ان سے تین گنا زیادہ تھے لیکن نصرت الٰہی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور دشمنوں کو نہایت ذلت بخش شکست ہوئی۔

بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ
الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ
۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ
النَّارِ ○ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ قُلْ لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ ۱۲
قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"خدایا! (عالم آخرت کے معاملات ہماری عقل نارسا میں آئیں یا نہ آئیں لیکن) اس میں کوئی شک نہیں کہ تو ایک دن سب کو اپنے حضور جمع کرنے والا ہے (یہ تیرا وعدہ ہے اور) یقیناً تیرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا!"

جن لوگوں نے (ایمان و راست بازی کی جگہ) کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ یاد رکھیں، انہیں اللہ کی پکڑ سے نہ تو ان کی دولت بچا سکے گی (جس کی کثرت کا انہیں گھمنڈ ہے) نہ آل اولاد (جو دنیا کی مصیبتوں مشکلوں میں ان کے کام آتی رہتی ہے) یہ وہ لوگ ہیں کہ آتش عذاب کا ایندھن بن کر رہیں گی

جن لوگوں نے الکتاب (یعنی قرآن) کا معاندانہ مقابلہ کیا ہے تو انہوں نے سرکشی و جحود کی وہی روش اختیار کی جو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں آلِ فرعون نے اختیار کی تھی اور وہ وقت دور نہیں جب ان کیلئے بھی وہی "تا جو آلِ فرعون کیلئے ہوا تھا اور دنیا دیکھ لیگی کہ آخر کی فتحمندی کس کا ساتھ دیتی ہے!

خدا کی مرضی یہی ہے کہ قائم رہیں۔ متقی انسانوں کی خصلتیں انسان کے ایمان و عمل کی سیرت (کیریکٹر)	لیکن یہ جو کچھ ہے۔ دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھانا ہے اور بہتر ٹھکانا تو اللہ ہی کے

پاس ہے۔

(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو۔ میں تمہیں بتلاؤں۔ زندگی کے ان فائدوں سے بھی بہتر تمہارے لئے کیا ہے؟ جو لوگ متقی ہیں، ان کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس (نعیم ابدی کے) باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اس لئے کبھی خشک ہونے والے نہیں) وہ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے۔ پاک بیویاں ان کے ساتھ ہوں گی اور (سب سے بڑھ کر یہ کہ) اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی۔ اور (یاد رکھو) اللہ اپنے بندوں کا حال دیکھ رہا ہے۔

(یہ متقی انسان وہ ہیں) جو کہتے ہیں "خدایا! ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں۔ پس ہمارے گناہ بخش دیجیو، اور عذاب جہنم سے ہمیں بچا لیجیو"

(شدت و مصیبت میں) صبر کرنے والے (قول و عمل میں) سچے خشوع و خضوع میں پکے، نیکی کی راہ میں خرچ کرنے والے، اور رات کی آخری گھڑیوں میں (جب تمام دنیا خواب سحر کے مزے لوٹتی ہے) اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے اور اس کی مغفرت کے طلبگار!

وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰہُ یُؤَیِّدُ
بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ زُیِّنَ
لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ
الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَ
الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ
حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ
فِیْھَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۝
اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ ۱۶

پہنچاتا ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو چشم بینا رکھتے ہیں۔ اس معاملہ میں بڑی ہی عبرت ہے!

پیروان دعوت حق کو موعظت کہ اپنی دنیوی بے سروسامانی سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ اصلی دولت ایمان و عمل کی دولت ہے اگر یہ حاصل ہے تو دنیوی سروسامان خود بخود حاصل ہو جائیں گے ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ خدا کی حکمت کا یہی ڈھنگ ہوا کہ بیوی بچوں اور دھن دولت میں آدمی کے لئے دل کا لگاؤ ہو۔ یہیں یہ زندگی کے فطری علاقے ہیں اور

انسان کے لئے مرد و عورت کے رشتہ میں، اولاد میں، چاندی سونے کے ذخیروں میں چنے ہوئے گھوڑوں میں، مویشی میں اور کھیتی باڑی میں دل کا اٹکاؤ اور خوشنمائی رکھ دی گئی ہے۔ اس لئے فطری طور پر تمہیں بھی ان چیزوں کی خواہش ہوگی

ہستی میزان عمل پر استوار کیا ہے
انسان کو اول دن سے ایک ہی دین دیا گیا
تھا اور وہ یہی الاسلام ہے تمام رہنمایانِ عالم نے
ہمیشہ اسی کی تعلیم دی اور تفرقہ و اختلاف سے روکا
یہود اور نصاریٰ کا باہمی تفرقہ اور گروہ بندی
اس لئے پیدا ہوئی کہ انہوں نے اصل دین سے
انحراف کیا اور آپس کی ضد اور تعصب میں پڑ گئے

عدل کی بنیاد پر اس کارخانہ کا ہر گوشہ
استوار کر دیا ہے!)
بلاشبہ "الدین" (یعنی اصلی دین)
اللہ کے نزدیک "الاسلام" ہی ہے اور
یہ جو اہلِ کتاب نے آپس میں اختلاف
کیا اور گروہ بندیاں کر کے الگ الگ
دین بنا لیے، تو یہ اس لئے نہیں ہوا
کہ اس دین کے سوا انہیں کسی دوسرے دین کی راہ دکھلائی گئی تھی۔ یا دین کی راہ مختلف
ہو سکتی ہے بلکہ اس لئے کہ علم کے پانے کے بعد وہ اس پر قائم نہیں رہے اور آپس
کی ضد اور عناد سے الگ الگ ہو گئے اور یاد رکھو جو کوئی اللہ کی آیتوں سے انکار کرتا
ہے اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ کا قانونِ جزاء بھی حساب
لینے میں سست رفتار نہیں!

یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سے اتمام حجت کہ اصل
دین خدا پرستی ہے ساری باتیں چھوڑ دو۔ یہ بتلاؤ تمہیں خدا
پرستی سے اقرار ہے یا انکار؟ اگر اقرار ہے تو سارا جھگڑا
ختم ہو گیا کیونکہ اسلام کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ
نہیں ہے اگر انکار ہے تو پھر ان مدعیانِ مذہب کی خدا پرستی
بھی عملاً انکار ہوا ان سے بحث و نزاع کیا سودمند ہو سکتی ہے

پھر اگر یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں تو اے
پیغمبر! تم کہہ دو) میرے اور میرے پیروؤں
کا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے آگے
سرِ اطاعت جھکا دیا ہے (یعنی ہماری راہ
خدا پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اور
اہلِ کتاب اور عرب کے ان پڑھ لوگوں
سے پوچھو تم بھی اللہ کے آگے جھکتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ جھک جائیں تو سارا جھگڑا ختم

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ وَمَا اخْتَلَفَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا
بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ١٩
فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ
لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

دینِ الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی اطاعت کی جائے۔ اللہ کا قانون کیا ہے؟ میزانِ عدل کا قیام ہے جس پر تمام کائنات عالم چل رہا ہے اسکی معرفت یوں حاصل ہوسکتی ہے کہ کائناتِ ہستی کی گواہی پر غور وتدبر کیا جائے۔

شہادتیں تین ہیں۔ اللہ کی یعنی اللہ کے وحی کی ملائکہ کی یعنی مدبرات ارضی وسماوی کی۔ اولوالعلم کی یعنی اصحابِ علم و بصیرت کی۔

یہ تینوں شہادتیں اعلان کر رہی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس نے تمام کارخانہ

اللہ نے اس بات کی گواہی آشکارا کردی کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف اسی کی ذات یگانہ عدل کے ساتھ (تمام کارخانۂ ہستی میں، تدبیر وانتظام کرنے والی)، فرشتے بھی (اپنے اعمال سے)، اسی کی شہادت دیتے ہیں اور (وہ) لوگ بھی جو علم رکھنے والے ہیں۔ ہاں کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی ایک طاقت وغلبہ والا (کہ اسی کی تدبیر سے تمام کارخانۂ ہستی قائم ہے) حکمت والا (کہ اسی نے

یہی لوگ ہیں جنکا سارا کیا دھرا دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت گیا اور کوئی نہیں جو ان کا مددگار ہوگا!

(اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کی حالت نہیں دیکھی جنہیں کتاب اللہ کے علم میں سے کچھ حصہ ملا ہے (یعنی یہودیوں کے علماء کی جو رات دن تورات کی تلاوت کرتے رہتے ہیں) انہیں خدا کی کتاب کی طرف بلایا گیا کہ ان کے درمیان فیصلہ کردے اس پر بھی ایک گروہ اس سے صاف روگرداں رہے اور اصل یہ ہے کہ کتاب اللہ کی طرف سے ان سب کے رخ ہی پھرے ہوئے ہیں ۔

یہ صورتِ حال اس لئے ہے کہ مذہبی گروہ بندی کے غرور نے ان میں یہ زعمِ فاسد پیدا کر دیا ہے کہ ہم نجات یافتہ امت ہیں ہمارے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہم جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے حالانکہ خدا کا قانونِ نجات تو یہ نہیں دیکھے گا کہ کون کس گروہ بندی میں سے ہے اور کس کا نسب کس سے ملتا ہے! وہ تو صرف ایمان و عمل دیکھے گا اور جس کا جیسا عمل ہوگا ویسا ہی نتیجہ اسے پیش آئے گا

اور ان کی یہ حالت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے کہا "دوزخ کی آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی اور اگر چھوئے گی بھی تو گنتی کے چند دنوں کے لئے (یعنی ہم نجات یافتہ امت ہیں اگر ہم میں سے کوئی آدمی جہنم میں ڈالا بھی جائے گا تو اس لئے نہیں کہ عذاب میں پڑا رہے بلکہ اس لئے کہ گناہ کے میل کچیل سے پاک و صاف ہوکر پھر جنت میں جا داخل ہو) تو یہ جو وہ خدا پر افترا پردازی کرتے رہے ہیں اس نے انہیں دین کے بارے میں مبتلائے فریب کر دیا ہے ۔

لیکن اس وقت ان کا حال کیا ہوگا جب قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہم انہیں اپنے حضور جمع کریں گے اور ہر جان نے (اپنے عمل سے) جیسا کچھ کمایا ہے

بِالْعِبَادِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ
بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْ
ھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی
الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ
اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ
ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا
لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا
۲۴ کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ

ہو گیا اور، انہوں نے راہ پالی، اگر روگردانی کریں تو پھر جن لوگوں کو خدا پرستی ہی سے انکار ہو اور محض گروہ بندی کے تعصب کو دینداری سمجھ رہے ہوں ان کے لئے دلیل و موعظت کیا سودمند ہو سکتی ہے؟ (تمہارے ذمے جو کچھ ہے وہ پیام حق پہنچا دینا ہے اور (اللہ اپنے بندوں کے حال سے غافل نہیں وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے!

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور اسکے نبیوں کے ناحق قتل میں چھوٹے ہیں نیز ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو حق و عدالت کا حکم دینے والے ہیں تو (ایسے خوش اعمال لوگوں کیلئے اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری پہنچا دو!

یہودیوں کی قومی گمراہیوں اور بدعملیوں کیطرف اشارہ جس گروہ کی ذہنیت اس درجہ مسخ ہو گئی ہو کہ حق و عدالت کی دشمن اور ظلم و فساد کی پرستار ہو اس سے قبولیت حق کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ علمائے یہود کی یہ گمراہی کہ جس کتاب کو کتاب الٰہی مانتے تھے اور اسکے علم و عمل کے مدعی تھے جب اسی کتاب پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی تو صاف انکار کر گئے کیونکہ اس کے احکام پر عمل کرنا ان کے نفسانی خواہشوں اور مطلب براریوں کے خلاف تھا۔

دیدے جسے چاہے ذلیل کردے! تیرے ہی ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی کا سر رشتہ ہے اور تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں! ہاں، تو ہی ہے کہ رات کو دن میں لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے اور جسے چاہتا ہے (اپنے خزانۂ کرم سے) بے حساب بخش دیتا ہے!"

چونکہ اب فیصلہ کا وقت آگیا ہے اس لئے پیروانِ اسلام سے خطاب کر رہا ہے عمل میں سرگرم ہو جائیں اور کمزوری نہ دکھائیں اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اپنے شخصی علاقوں کو جماعتی علاقوں پر ترجیح نہ دیں اور دشمنوں کو اپنا مددگار و رفیق نہ بنائیں۔
میدانِ جنگ گرم ہو چکا ہے۔ دوست اور دشمن کی دو صفیں الگ الگ کھڑی ہو گئی ہیں پس ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے لئے کوئی ایک صف اختیار کر لے اور جسے اختیار کرے اسی کا ہو رہے یہ نہ ہو کہ ایک میں ہو کر دوسرے سے بھی ساز باز رکھے!

جو لوگ ایمان والے ہیں انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ مومنوں کو چھوڑ کر منکرین حق کو اپنا رفیق و مددگار بنائیں اور جس کسی نے ایسا کیا تو وہ یاد رکھے اس کا اللہ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رہا ہاں اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ تم ان کے شر سے بچنے کیلئے اپنا بچاؤ کرنا چاہو، اور کرلو، (تو ایسا کر سکتے ہو) اور دیکھو (انسان کے شر سے ڈرتے ہوئے یہ حقیقت نہ بھولو کہ) خدا بھی تمہیں اپنے (مواخذہ) سے ڈراتا ہے اور آخر کار (تم سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے!

(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہہ دو، تمہارے دلوں کے اندر جو کچھ ہے، تم اُسے چھپاؤ یا ظاہر کرو، ہر حال میں اللہ اُسے خوب جانتا ہے اور (اتنا ہی نہیں بلکہ) آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس پر روشن ہے اس کی قدرت کے احاطہ سے کوئی چیز باہر نہیں!

وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ قُلِ اللّٰهُمَّ
مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ
تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي
الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۫ وَ
تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِ
كُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا
عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ
بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ
رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
ع ۳

اسی کے مطابق اسے پورا پورا بدلہ ملے گا، اور کسی کیساتھ ذرا ناانصافی نہیں ہوگی۔

بہر حال اب وقت آگیا ہے کہ دنیا ہی میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے جسے اٹھنا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو جسے گرنا ہے وہ گرا دیا جائیگا

(اے پیغمبر!) تم اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردو، اور یوں کہو "خدایا! شاہی و جہانداری کے مالک! تو جسے چاہے، ملک بخش دے، جس سے چاہے ملک لے لے، جسے چاہے عزت

کو مبعوث کرتا ہے جو ان کی پیروی و اطاعت کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں جو انکار و سرکشی سے مقابلہ کرتے ہیں اسکی نصرت سے محروم رہتے ہیں۔

والا رحمت والا ہے!

(اے پیغمبر!) تم کہہ دو (فلاح و سعادت کی) راہ تمہارے لئے ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو اللہ کفر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا!

چنانچہ اسی قانون کے ماتحت اللہ کے رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہے اور ہمیشہ ایک ہی طرح کا نتیجہ ظہور میں آیا۔ پیروی و اطاعت کرنے والوں نے کامیابی پائی۔ اور مقابلہ کرنیوالوں نے نامرادی!

اللہ کے رسولوں میں سے حضرت یحییٰ اور حضرت (علیہما السلام) کی دعوت سے استشہاد اور اس سلسلہ میں حضرت مریم (علیہا السلام) کی پیدائش کا ذکر۔

بلا شبہ (یہ واقعہ ہے کہ) اللہ نے آدم اور نوح کو اور (ابراہیم اور عمران) کے گھرانوں کو تمام دنیا میں برگزیدگی عطا فرمائی۔ یہ ایک نسل تھی جس میں سے بعض بعض سے پیدا ہوئے تھے اور اللہ (دعائیں) سننے والا اور (مصالح عالم کا) جاننے والا ہے۔

اور دیکھو جب ایسا ہوا تھا کہ عمران کی بیوی نے دعا مانگی تھی "اے خدایا! میرے شکم میں جو بچہ ہے میں اسے (دنیا کے کام اور ماں باپ کی خدمت سے) آزاد کرکے تیرے (مقدس ہیکل کے) لئے نذر کر دیتی ہوں (یعنی نذر مانتی ہوں کہ اسے ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی) سو میری طرف سے یہ نیاز قبول کر لے بلاشبہ تو (دعائیں) سننے والا اور (نیتوں کا حال) جاننے والا ہے!"

پھر جب ایسا ہوا کہ (لڑکے کی جگہ) لڑکی پیدا ہوئی تو وہ بولی "خدایا! میرے تو لڑکی ہوئی ہے (اب میں کیا کروں؟)"، حالانکہ جو وجود پیدا ہوا تھا اللہ اسے بہتر جاننے والا تھا

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي
الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۚ اِذْ
قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا
فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ۳۴
قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ

(اور دیکھو) اس آنے والے دن کو، بھولو جس دن ہر انسان دیکھے گا کہ جو کچھ اس نے (دنیا میں) نیک عمل کی تھی، اس کے سامنے موجود ہے (یعنی اس کا اجر اسے مل رہا ہے) اور جو کچھ برائی کی تھی، وہ بھی اس کے سامنے ہے اس دن وہ آرزو کرے گا کہ اے کاش، اس میں اور اس دن میں ایک بڑی مدت حائل ہو جاتی (کہ یہ دردانگیز نتیجہ اس کے سامنے نہ آتا) اور دیکھو خدا تمہیں اپنے (مواخذہ) سے ڈراتا ہے (تاکہ اس کی نافرمانی سے بچو) اور وہ اپنے بندوں کے لئے بڑی ہی مہربانی رکھنے والا ہے!

(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اللہ تمہاری خطائیں بخش دیگا وہ بڑا ہی بخشنے

جو کوئی اللہ سے محبت رکھنے کا دعویدار ہے تو اسے چاہیئے اللہ کے رسول کی پیروی کرے۔ اللہ کی محبت کا دعویٰ اور اس کی راہ بتلانے والے کی پیروی سے انکار ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

خدا کا قانون یہ ہے کہ ہدایت حق کے لئے اپنے رسولوں

کر لیا اور ایسی نشو ونما دی جو بڑی ہی اچھی نشو ونما تھی (یعنی اس کی پرورش بہتر سامانوں
اور نیک نگرانیوں میں ہوئی)، اور زکریا کو (کہ ہیکل کا مجاور تھا) اس کا نگران حال بنا دیا۔
جب کبھی ایسا ہوتا کہ زکریا اس کے پاس محراب میں (یعنی قربانگاہ میں، جہاں
وہ سرگرم عبادت رہا کرتی تھی) تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کی چیزیں موجود پاتا۔
اس پر وہ پوچھتا " اے مریم! یہ چیزیں تجھے کہاں سے مل گئیں " ؟ وہ کہتی " اللہ
سے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دے دیتا ہے !"

حضرت زکریا (علیہ السلام) کی دعا اور حضرت یحییٰ کی پیدائش کہ ظہور مسیح کا مقدمہ تھی!

اسی جگہ کا یہ معاملہ ہے (یعنی قربان گاہ کا) کہ زکریا نے اپنے پروردگار کے حضور
دعا مانگی تھی " خدایا! تو اپنے خاص فضل سے مجھے پاک نسل عطا فرما (جو مریم کی طرح
نیک اور عبادت گزار ہو) بلاشبہ تو ہی ہے کہ دعائیں سننے والا اور استجابت میں
قبول کرنے والا ہے۔!"
پھر ایسا ہوا کہ فرشتوں نے زکریا کو پکارا اور وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا
" خدا تجھے یحییٰ کی (یعنی ایک لڑکے کی جو پیدا ہوگا اور اس کا نام یحییٰ رکھا جائے) بشارت
دیتا ہے۔ اور وہ خدا کے حکم سے ایک ہونے والے ظہور کی تصدیق کرنے والا، جماعت
کا سردار، پارسا اور خدا کے صالح بندوں میں سے ایک نبی ہوگا " زکریا نے جب
یہ سنا تو کہا " خدایا! میرے یہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ میں بوڑھا
ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے ؟ " حکم الٰہی ہوا " اسی طرح اللہ جو
چاہتا ہے کرتا ہے، (اس کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں) اسی پر

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ
وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا
زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى
لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ
هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝
فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا
٣٩ وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا

رکہ لڑکی ہونے پر بھی بڑی فضیلت رکھنے والا تھا لیکن اس کی ماں نے کہا، میں نے لڑکے کیلئے نذر مانی تھی، پیدا ہوئی لڑکی، اور لڑکا مثل لڑکی کے نہیں ہے رکہ اگر اس کی جگہ لڑکی پیدا ہو گئی ہو تو وہ ہیکل کی مجاور ہو سکے خیر جو کچھ بھی ہو) میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی نسل کو تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ شیطان رجیم رکی وسوسہ اندازیوں) سے محفوظ رہے۔

حضرت مریم کا بچپنے میں ہیکل کے سپرد ہونا اور حضرت زکریا کی نگرانی میں پرورش پانا اور کم سنی میں شاہدانہ اور خدا پرستانہ توکل!

پس ایسا ہوا کہ مریم کو اس کے پروردگار نے بڑی ہی اچھی قبولیت کیساتھ قبول

کو بغیر وحی الٰہی کے نہیں ہو سکتا تھا۔ (برائیوں کی آلودگی سے) پاک کر دیا ہے اور تمام دنیا کی عورتوں پر برگزیدگی عطا فرمائی ہے۔ اے مریم! اب تو اپنے پروردگار کی اطاعت و نیاز میں سرگرم ہو جا اور رکوع و سجود کرنے والوں کے ساتھ تو بھی رکوع و سجود میں مشغول رہ"

(اے پیغمبر!) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تم پر وحی کر رہے ہیں ورنہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ تم اُس وقت ان لوگوں کے پاس موجود نہ تھے جب (مریم کی ماں مریم کو لے کر ہیکل میں آئی تھی، اور ہیکل کے مجاور) اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ (قرعہ ڈال کر فیصلہ کر لیں) کون مریم کا کفیل ہو۔ اور (یقیناً) تم اس وقت بھی موجود نہ تھے، جب وہ (مریم کی کفالت کے لئے) آپس میں جھگڑ رہے تھے!

حضرت مریم کو حضرت مسیح (علیہما السلام) کی پیدائش کی بشارت

اور پھر، جب ایسا ہوا کہ فرشتوں نے کہا "اے مریم! اللہ تجھے اپنے کلام کے ذریعے (ایک لڑکے کی) بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسٰی ہوگا۔ اور مریم کا بیٹا کہلائے گا۔ وہ دنیا و آخرت دونوں میں ارجمند ہوگا اور بچپنے میں اور بڑی عمر میں، یکساں طور پر (وعظ و ہدایت کا) کلام کریگا۔ نیز اللہ کے حضور پہنچا ہوا، اور (اس کے بندوں میں سے ایک صالح انسان ہوگا"

مریم (نے یہ بشارت سنی تو متعجب ہو کر) بولی "خدایا! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو۔ حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں؟" ارشاد الٰہی ہوا کہ "اسی طرح اللہ جو کچھ چاہتا ہے، پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب کسی کام کا فیصلہ

يَشَاءُ ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ
ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ
الْاِبْكَارِ ○ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ
طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ
وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ
يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ اِذْ قَالَتِ
الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَتْ
رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ

زکریا نے عرض کیا "خدایا! اس بارے میں میرے لیے کوئی بات بطور نشانی کے ٹھہرا دے" ارشاد ہوا نشانی یہ ہے کہ تین دن تک بات چیت نہ کر مگر صرف اشارے سے (یعنی روزہ رکھ جیسا کہ اس زمانے میں دستور تھا) اور اپنے پروردگار کا کثرت کے ساتھ ذکر کر اور صبح و شام اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہ"

حضرت مریم کا بلوغ اور اللہ کی طرف سے برگزیدگی قبولیت کی بشارت۔ حضرت مریم کے سوانح حیات کے بعض ایسے جزئی واقعات جس کا علم پیغمبر اسلام

اور پھر جب ایسا ہوا تھا کہ فرشتوں نے کہا تھا "اے مریم! اللہ نے تجھے اپنی قبولیت کے لئے چن لیا ہے اور

مٹی سے ایسی چیز بنا دوں جو پرند کی سی صورت رکھتی ہو۔ پھر اس میں پھونک ماروں اور وہ اللہ کے حکم سے پرند ہو جائے اور اللہ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو چنگا کر دوں اور مردوں کو زندہ اور جو کچھ تم کھاتے ہو، اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے جمع کرتے ہو۔ سب تمہیں بتا دوں۔ اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو تو یقیناً ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی ہی نشانی ہے!"

تمام رسولوں کی طرح حضرت مسیح (علیہ السلام) بھی اس لئے نہیں آئے تھے کہ پچھلی تعلیمات کو جھٹلائیں بلکہ اس لئے کہ اس کی تصدیق کریں کیونکہ اصل دین ہر زمانے اور ہر گروہ کے لئے ایک ہی ہے۔

"اور دیکھو، میں اس لئے آیا ہوں کہ تورات کی جو میرے سامنے موجود ہے تصدیق کروں اور بعض چیزیں جو تم پر حرام ہو گئی ہیں انہیں تمہارے لئے حلال کر دوں (تاکہ شریعت کی سختیوں کی جگہ اس کی آسانیوں کی راہ تم پر کھل جائے) اور دیکھو، میں تمہارے پروردگار کی نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں (جس کی مقدس نوشتوں میں خبر دی جا چکی ہے)، تو اللہ سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو"

"دیکھو، اللہ میرا اور تمہارا، سب کا پروردگار ہے پس اس کی بندگی کرو یہی دین کا سیدھا راستہ ہے!" (چنانچہ اس بشارت کے مطابق مسیح کا ظہور ہوا، اور اس نے بنی اسرائیل کی آبادیوں میں منادی شروع کر دی)

یہودیوں کے ریاکاروں اور پیشواؤں کا حضرت مسیح کی مخالفت میں سرگرم ہو جانا اور صرف حواریوں کا ایمان لانا جو چند گنے ہوئے بے مقدور اور شکستہ حال انسان تھے

پھر جب ایسا ہوا کہ عیسیٰ نے بنی اسرائیل میں (اپنی دعوت کے خلاف) کفر محسوس کیا تو وہ پکارا "کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہوتا

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ وَيُعَلِّمُهُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ○ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي
إِسْرَائِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم
مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ
وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم
بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن
كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ
لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا
٥١ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ○ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ
أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا

کر لیتا ہے۔ تو حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور پھر جیسا کچھ اس نے چاہا تھا، ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے!"

"اور (اے مریم!) اللہ اس ہونے والے لڑکے کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا۔ نیز توراۃ اور انجیل کا۔ اور اسے بنی اسرائیل کی طرف بحیثیت رسول کے بھیجے گا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور اور ان کی منادی

"اس کی منادی یہ ہوگی کہ، دیکھو، میں تمہارے پروردگار کی نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں تمہارے لئے

کو اپنی حفاظت میں لے لینا۔

حضرت مسیح کی نسبت خدا کا وعدہ کہ!

(۱) میں تیرا وقت پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

(۲) تیرے منکروں نے تیرے خلاف جو افترا پردازیاں کی ہیں ان سے تیری پاکی آشکارا کردوں گا

(۳) جو لوگ تیرے ماننے والے ہیں، انہیں تیرے منکروں پر قیامت تک برتر رکھوں گا۔

باریک طریقے مخالفت کے کام میں لائے، اور خدا بھی ویسے ہی طریقے کام میں لایا (یعنی مسیح کی حفاظت کے پوشیدہ اسباب و ذرائع پیدا کر دیے) اور یاد رکھو! اللہ جسے بچانا چاہے تو مخفی طریقوں سے کام لینے والوں میں اس سے بہتر کوئی نہیں!

اور (پھر) جب ایسا ہوا تھا کہ اللہ نے فرمایا تھا "اے عیسیٰ! میں تیرا وقت پورا کردوں گا! تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا، تیرے منکروں (کی تہمتوں) سے تجھے پاک کردوں گا، اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے انہیں قیامت تک تیرے منکروں پر برتری دوں گا! (بالآخر سب کو (قیامت کے دن) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اس دن اُن باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن میں لوگ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہے ہیں!"

"پھر جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو انہیں دنیا و آخرت، دونوں جگہ سخت عذاب دوں گا اور (عذاب الٰہی سے بچانے میں) کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کے عمل بھی نیک ہیں، تو ان کا اجر انہیں پورا پورا مل جائے گا۔ اور خدا ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی آیتیں اور حکمت والے تذکرے ہیں۔ جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔

بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ
خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ ع ۱۳
اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ
فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَاُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ مِّنْ
نّٰصِرِيْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ
اُجُوْرَھُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ ۷۰

ہے!" اس پر حواریوں نے (یعنی چند راست باز انسانوں نے جو مسیح پر ایمان لائے تھے) اس کی دعوت قبول کرتے ہوئے جواب دیا "ہم اللہ کے (کلمۂ حق کے) مددگار ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور (اے داعیٔ حق) تو گواہ رہیو کہ اس کی فرمانبرداری میں ہمارا سر جھک گیا ہے!

(نیز انہوں نے کہا) "خدایا جو کچھ تو نے نازل کیا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم نے تیرے رسول کی پیروی کی۔ پس ہماری گنتی بھی ان لوگوں میں ہو جو (حق کی) شہادت دینے والے ہیں"۔

یہودیوں کی حضرت مسیح کے خلاف مخفی اور پُرپیچ سازش مگر اللہ انہیں ناکام کرتا اور حضرت مسیح

اور پھر ایسا ہوا کہ یہودیوں نے (مسیح کے خلاف) مکر کیا (یعنی مخفی اور

مسیح کے اعتقاد پر یقین ہے تو پیغمبر اسلام کے مقابلے میں آ ئیں اور دونوں فریق خدا سے دعا مانگیں جو ناحق پر ہو اس پر خدا کی لعنت ہو! چنانچہ نجران سے عیسائی پیشواؤں کی جو جماعت مدینہ آئی تھی پیغمبر اسلام نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی مگر انہیں مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور اطاعت کا اقرار کرکے واپس چلے گئے۔	والی نہیں، تو دیکھو ایسا نہ ہو کہ شک و شبہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ پھر جو کوئی تم سے اس بارے میں جھگڑا کرے حالانکہ علم و یقین تمہارے سامنے آ چکا ہے تو تم اس سے کہو، (میرے مسیح کے انسان ہونے کے لئے علم و یقین موجود ہے اگر تم

بھی اس کی خدائی کے لئے ویسا ہی علم و یقین رکھتے ہو، تو آؤ) یوں فیصلہ کریں کہ ہم دونوں فریق (میدان میں نکلیں اور) اپنے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں، اور خود بھی شریک ہوں) پھر عجز و نیاز کے ساتھ خدا کے حضور التجا کریں (کہ ہم دونوں میں سے جس کا دعویٰ جھوٹا ہو تو) جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار۔

(اے پیغمبر!) یہ جو کچھ بیان کیا گیا بلاشبہ بیان حق ہے اور کوئی معبود نہیں ہے مگر صرف اللہ کی ذات یگانہ اور یقیناً اسی کی ذات ہے جو سب پر غالب اور (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والی ہے۔

پھر اگر یہ لوگ (فیصلہ کا یہ طریقہ) قبول نہ کریں (اور مباہلہ سے گریز کر جائیں) تو اللہ مفسدوں کا حال خوب جانتا ہے۔

مباہلہ کی دعوت کے بعد رفع نزاع اور اتمام حجت کی دوسری دعوت: اگر تمہاری مخالفت محض تعصب و نفسانیت کی وجہ سے نہیں ہے اور دین و حق پرستی کی کچھ بھی طلب	(اے پیغمبر!) تم (یہود اور نصاریٰ سے) کہہ دو کہ اے اہل کتاب (اختلاف و نزاع کی ساری باتیں چھوڑ دو) اس

مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ○ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ
کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّکَ
فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَہِلْ
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ○ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْقَصَصُ
الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ○ع قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ

عیسائیوں کی اس گمراہی کا ذکر کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے انہیں اپنی رسالت کیلئے چن لیا تھا۔

ضمناً اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ اگرچہ مسیحی کلیسا نے صدیوں سے تالوہ مسیح کا اعتقاد قائم کر رکھا ہے اور تمام دنیا میں پھیل گیا ہے لیکن قرآن کی دعوت اسکے برخلاف کامیاب ہو کر رہے گی کیونکہ یہ اعتقاد حقیقت کے خلاف ہے

عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت کہ اگر انہیں الوہیت

اللہ کے نزدیک تو عیسیٰ ایسا ہی ہے جیسے آدم، مٹی سے پیدا کیا پھر اس کی بناوٹ کے لئے حکم فرمایا کہ ہو جاؤ اور (جیسا کچھ خدا کا ارادہ تھا اسی کے مطابق ہو گیا۔

اے پیغمبر! مسیح کے انسان ہونے کی نسبت جو کچھ کہا گیا ہے تو (یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے امر حق ہے (اور جو بات خدا کی طرف سے حق ہے، وہ ثابت اور اٹل حقیقت ہے کبھی مٹنے

کا طریقہ تھا یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیاں اور ان کے
عقائد و رسوم سب بعد کی پیداوار ہیں اور دینِ ابراہیمی سے
انحراف کا نتیجہ ہیں اگر یہود و نصاریٰ اس بارے میں حجت
کرتے ہیں اور کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ یہودیت
یا نصرانیت کا طریقہ تھا تو یہ جہل و تعصب کی انتہا ہو گئی
کیونکہ یہ بات تو کسی بحث و دلیل کی محتاج نہیں کہ حضرت
ابراہیمؑ کے زمانے میں ان گروہ بندیوں کا وجود ہی نہ تھا
اور نہ ہو سکتا تھا یہ گروہ بندیاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت
مسیح (علیہما السلام) کے نام پر کی گئی ہیں اور یہ دونوں حضرت
ابراہیمؑ کے سیکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

کہ (انکار تمہاری طرف سے ہے اور
ہم خدا کے ماننے والے ہیں"
اے اہلِ کتاب! تم ابراہیمؑ کے
بارے میں کیوں حجت کرتے ہو (کہ ان
کا طریقہ یہودیت کا طریقہ تھا۔ یا
نصرانیت کا طریقہ تھا) حالانکہ تورات
اور انجیل (جن کے نام پر یہ گروہ بندیاں
کی گئی ہیں) نازل نہیں ہوئی ہیں مگر
اس کے بہت بعد (پس ظاہر ہے کہ
جس گروہ بندی کا اس وقت وجود ہی
نہ تھا، وہ کیونکر اس کا پیرو ہو سکتا ہے!) کیا (اتنی موٹی سی بات بھی) تم نہیں
سمجھ سکتے؟

دیکھو، تم وہ لوگ ہو، کہ تم نے ان باتوں میں جھگڑا کیا، جن کے لئے (کچھ نہ کچھ)
تمہارے پاس علم موجود تھا (مثلاً بعض چیزوں کی حلت و حرمت کی نسبت کہ تمہارا
خیال کتنا ہی غلط ہو، تاہم ان کے لئے مذہبی روایتوں سے سند لانے کی کوشش
کرتے تھے) تو اب اس بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو، جس کیلئے تمہارے پاس
کوئی علم نہیں! اور اللہ (سب کچھ) جانتا ہے تم کچھ نہیں جانتے۔

ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھا اور نہ نصرانی (اور نہ کسی دوسری مذہبی جتھا بندی کا پیرو)
بلکہ (اپنے عہد کی تمام گمراہیوں سے) ہٹا ہوا خدا کا فرمانبردار بندہ۔ اور یقیناً اس کی راہ

تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ
تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ○ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ
فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ○ هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○
مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا ط وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ

باقی ہے تو آؤ اختلاف و نزاع کی ساری باتیں چھوڑ دیں اور
توحید و خدا پرستی کی ان بنیادی صداقتوں پر متفق ہو جائیں
جو خود تمہارے یہاں بھی مسلم ہیں اگرچہ عملاً فراموش کر دی
گئی ہیں۔ یعنی

(۱) خدا کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(۲) جو کچھ اس کے لئے ہے اسمیں کسی دوسری ہستی کو
شریک نہ کیا جائے۔

(۳) کوئی انسان دوسرے انسان کو اپنے لئے ایسا
مقدس اور معصوم نہ بنالے گویا اسے خدا بنالیا ہے

توحید و خدا پرستی کا یہی طریقہ حضرت ابراہیم ع

وقت کیطرف کو جو ہمارے اور تمہارے
دونوں کے لئے یکساں طور پر مسلّم ہیں۔
یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ
کریں کسی کی ہستی کو اس کا شریک نہ
ٹھہرائیں، ہم میں سے ایک انسان
دوسرے انسان کیساتھ ایسا برتاؤ
نہ کرے گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا
پروردگار بنالیا ہے۔

پھر اگر یہ لوگ (اس بات سے)
روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا

تمہیں نہیں، خود اپنے ہی کو گمراہی میں ڈالے ہوئے ہیں اگرچہ (شدت جہل و نفسانیت سے) اس کا شعور نہیں رکھتے۔

اہل کتاب کی مذہبی زندگی کی شقاوتوں کی طرف اشارہ کہ خدا کی آیتوں سے انکار، حق کو باطل سے ملا دینا اور سچائی کو چھپانا ان کا شیوہ ہے۔

اہل کتاب کی بنیادی گمراہی کہ انہوں نے دین و صداقت کو صرف اپنی نسل و گروہ ہی کا ورثہ سمجھ رکھا ہے اور کہتے ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص ہمارے گروہ میں سے نہ ہو اور پھر دین و صداقت رکھتا ہو یا کسی فرد اور قوم کو ہم سے بہتر دین و صداقت کی کوئی بات مل سکے جو کچھ ملنا تھا ہمیں مل چکا اور خدا کے خزانہ فیضان و رحمت پر مہر لگ گئی!

اے اہل کتاب! یہ کیا ہے کہ تم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہو حالانکہ اس کی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں!

اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملا جلا کر مشتبہ کر دیتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اصلیت کیا ہے)

اور (دیکھو) اہل کتاب میں ایک گروہ ہے جو کہتا ہے (مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے) ایسا کرو کہ صبح ان کی کتاب پر ایمان لے آؤ، شام کو انکار کر دو۔ اس طرح عجب نہیں وہ (لوگوں کو اسلام سے پھرتے ہوئے دیکھ کر خود بھی) پھر جائیں۔ اور (وہ آپس میں کہتے ہیں، دیکھو) ان لوگوں کے سوا جو تمہارے دین کی پیروی کرنیوالے ہوں اور کسی کی بات نہ مانو (اگرچہ وہ کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ کہتا ہو" اے پیغمبر! (تم ان لوگوں سے کہدو، ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے (اور وہ کسی خاص گروہ اور نسل کی میراث نہیں ہے کہ اور کسی کا اس میں حصہ نہ ہو جو انسان بھی اس پہ چلے گا، ہدایت یافتہ ہوگا) (اور وہ کہتے ہیں) یہ بات بھی نہ مانو کہ جیسا کچھ دین تمہیں دیا گیا ہے ویسا کسی

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَدَّتْ
طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۗ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ○ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ
الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا ع
بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ○ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۗ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى
اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ ٧٣

مشرک کرنے والوں کی راہ نہ تھی۔

فی الحقیقت ابراہیم سے نزدیک تر لوگ تو وہ تھے جو اسکے قدم بقدم چلے۔ نیز اللہ کا یہ نبی ہے اور وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائے ہیں (نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے دین الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیاں کر لی ہیں اور توحید کی راہ سے منحرف ہو گئے ہیں) اور یاد رکھو اللہ انہی کا مددگار ہے جو سچا ایمان رکھنے والے ہیں۔

(اے پیروانِ دعوتِ حق) اہل کتاب میں ایک گروہ ہے جو اس بات کا آرزو مند ہے کہ کسی طریقہ تمہیں راہِ حق سے بھٹکا دے (اور دینِ ابراہیمی کی پیروی میں تمہارے قدم استوار نہ رہیں) لیکن یاد رکھو، وہ تمہاری گمراہ کرنے کی سازشیں کرکے

نہیں جسطرح بھی ہم کافروں کا مال کھالیں ہمارے لئے جائز ہے — لیکن قرآن کہتا ہے دیانت تو ہر حال میں دیانت ہے اور خیانت ہر حال میں خیانت ہے، دین و مذہب کے اختلاف سے اچھائی اور برائی کے حقائق معطل نہیں ہوسکتے جو شخص بددیانتی کرتا ہے خواہ کسی اعتقاد اور کسی گروہ کے آدمی کے ساتھ کرے گناہ ہے اور وہ قیامت کے دن خدا کی بخشش و رحمت سے محروم رہیگا۔

لیکن ان میں ایک گروہ ایسا ہے کہ اگر ایک روپے کیلئے بھی ان پر بھروسہ کرو تو کبھی تمہیں واپس نہ دیں جب تک (تقاضے کیلئے) ہمیشہ ان کے سر پر کھڑے نہ رہو!۔

(ان لوگوں میں یہ بدمعاملگی) اسلئے (پیدا ہوگئی) کہ وہ کہتے ہیں "امیوں سے معاملہ کرتے ہوئے (ہم) جو کچھ بھی کریں، ہمارے لئے کوئی مواخذہ نہیں (یعنی مشرکین عرب جو ہمارے ہم مذہب نہیں ہیں، ان کیساتھ دیانتداری برتنا ضروری نہیں) لیکن فی الحقیقت ایسا کہکر) وہ اللہ پر تہمت باندھتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت حال کیا ہے۔

ہاں (ان سے مواخذہ ہو) اور ضرور ہو۔ کیونکہ خدا کا قانون تو یہ ہے کہ) جو کوئی اپنا قول و قرار سچائی کیساتھ پورا کرتا ہے اور (لین دین میں) پرہیزگار ہوتا ہے۔ (خواہ کسی مذہب اور گروہ کے ساتھ ہو) تو خدا کی پسندیدگی انہی لوگوں کیلئے ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں۔

(یاد رکھو) جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ (متاع دنیا کی) ایک حقیر قیمت کے لئے اللہ کا عہد جو ان سے نیک عملی و دیانتداری کے لئے لیا گیا تھا) اور خود اپنی قسمیں (جو یقین دلانے کیلئے کھاتے ہیں) فروخت کر ڈالتے (اور دیانتداری کی جگہ خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں) تو یہی لوگ ہیں کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا نہ تو قیامت کے دن اللہ ان سے کلام کریگا، نہ ان پر اس کی نظر التفات پڑیگی، نہ گناہوں کی

يختص برحمته من يشاء ۗ والله ذو الفضل العظيم ○ ومن أهل
الكتب من إن تأمنه بقنطار يؤده إليك ۚ ومنهم من إن
تأمنه بدينار لا يؤده إليك إلا ما دمت عليه قائما ۗ ذلك بأنهم
قالوا ليس علينا في الأميين سبيل ۚ ويقولون على الله الكذب
وهم يعلمون ○ بلى من أوفى بعهده واتقى فإن الله يحب
المتقين ○ إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا
أولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم
يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم ○ وإن منهم

دوسرے انسان کو ملا ہو' یا یہ کہ تمہارے پروردگار کے حضور تمہارے خلاف کسی کی حجت چل سکتی ہو" (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں سے کہو، فضل و بخشش تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے مالا مال کر دیتا ہے، وہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور (اہل نا اہل کو) جاننے والا ہے!"

وہ جس کسی کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے نزول کیلئے چن لیتا ہے اس کا فضل بڑا ہی فضل ہے۔

اہل کتاب کی اس گمراہی کیطرف اشارہ کہ سمجھتے تھے (یعنی) دین میں دیانتداری کے جسقدر بھی دینی احکام ہیں وہ صرف اسی لئے ہیں کہ اپنے ہم مذہب آدمیوں کیساتھ برتا جائے لیکن اگر ایک آدمی دوسرے مذہب اور گروہ کا ہو، تو اسکے ساتھ سچائی اور دیانت سے پیش آنا کچھ ضروری

اور اہل کتاب میں کچھ آدمی تو ایسے دیانتدار ہیں کہ اگر تم چاندی سونے کا پورا ڈھیر بھی ان کی امانت میں چھوڑ دو، تو وہ تمہارے حوالے کر دیں۔

اس کتاب کے علماء و مشائخ نے بندگانِ الٰہی کو اپنا غلام سمجھ رکھا ہے اور ہدایت کی جگہ خدائی کرنے لگے ہیں، عوام سمجھتے ہیں کہ نیک و بد، حلال و حرام، اور جنت و دوزخ کا تمام اختیار راہبی کے قبضے میں ہے حالانکہ کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے احکام کی جگہ انسان کے گھڑے ہوئے احکام کی اطاعت کرے۔ اگر اللہ نے اپنے کسی بندے کو کتاب و نبوت عطا فرمائی ہے تو اس لئے عطا فرمائی ہے کہ احکام الٰہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، اس لئے نہیں کہ اپنی بندگی کرائے۔

وہ قطعاً کتاب اللہ کے احکام میں، سے نہیں ہوتا، اور وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ جو کچھ تمہیں بتایا گیا ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں ا

کسی انسان کو یہ بات سزاوار نہیں کہ اللہ اُسے (انسان کی ہدایت کیلئے) کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے، اور پھر اس کا شیوہ یہ ہو کہ لوگوں سے کہے، خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ (یعنی خدا کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو) بلکہ چاہیئے کہ ربانی انسان (یعنی خلق اللہ کے مرشد و مربی) بنو۔ اس لئے کہ تم کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اس لئے بھی کہ اس کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہو۔

ایک ربانی انسان کبھی تمہیں اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں یا نبیوں کو اپنا پروردگار بنا لو اور جس طرح اپنے پروردگار کے آگے جھکتے ہو، اسی طرح ان کے آگے بھی جھکو، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے حالانکہ تم مسلم (یعنی خدا کے تابع فرمان) ہو چکے ہو!

لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ
مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ
وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ
يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا
عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتٰبَ
وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
۸۰ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ ع ۸ ۱۶

آلودگی سے پاک کئے جائیں گے بس ان کیلئے عذاب ہوگا عذاب دردناک ! ـ

اصل یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء و مشائخ کی گمراہیوں نے تمام قوم کو درجِ ہدایت سے محروم کر رکھا ہے ان میں عالموں اور فقیہوں کا ایک گروہ ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتا اور اسکی شرح و تفسیر بیان کرتا ہے لیکن ہوا و ہوسِ نفس سے اسکے معانی میں تحریف کر دیتا ہے ' عوام سمجھتے ہیں یہ خدا کی کتاب کا بیان ہے حالانکہ وہ خدا کی کتاب کا بیان نہیں ہے ان کی رایوں کی افترا پردازیاں ہیں۔

اور دیکھو، اہل کتاب میں ان کے عالموں اور پیشواؤں کا، ایک گروہ ہے جو کتاب اللہ پڑھتے ہوئے اس میں الٹ پھیر کرتے ہیں[1] اور اس کا مطلب کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں تاکہ تم خیال کرو جو کچھ یہ سنا رہے ہیں، کتاب اللہ میں سے ہے، حالانکہ

[1] یہ "یلوون السنتھم بالکتٰب" کا ترجمہ ہے عربی میں لی اللسان بالکتاب کے معنی کلام کے الٹ پھیر کرتے اور اس کے معانی میں تحریف کرنے کے ہیں نہ کہ محض زبان مروڑنے کے چنانچہ سورۂ نساء میں بھی لی لسان تحریف کلام کے معنی میں آیا ہے " من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم و طعنا فی الدین " (۴ : ۴۶)

تم اُسے مانو اور اس کی تائید کرو (کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہوا تھا کہ "کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو، اور اس کا ذمہ لیتے ہو"؟ انہوں نے عرض کیا تھا "بیشک ہم اقرار کرتے ہیں" اس پر اللہ نے فرمایا تھا "ہاں اس پر گواہ رہو، اور دیکھو تمہارے ساتھ خود میں بھی اس پر گواہ ہوں!"

تو اب جو کوئی اس عہد و قرار کے بعد اس سے روگرداں ہو (اور اللہ کے رسول کا انکار کرے) تو یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں (یعنی دائرہ حق پرستی سے باہر ہوگئے ہیں)

پھر کیا یہ لوگ چاہتے ہیں، اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی دوسری راہ ڈھونڈھ نکالیں حالانکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی موجود ہے خوشی سے ہو یا ناخوشی سے مگر سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں اور بالآخر سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(اے پیغمبر!) تم کہدو ہماری راہ تو یہ ہوئی کہ، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق یعقوب اور یعقوب کی اولاد پر نازل ہوا۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز جو

اللہ کا دین اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکے ٹھہرائے ہوئے قوانین فطرت کی اطاعت ہے اور آسمان و زمین میں جسقدر مخلوق ہے سب قوانین الٰہی کی اطاعت کر رہی ہے پھر اگر تمہیں اللہ کے قانون فطرت سے انکار ہے تو اللہ کے قانون کے سوا کائنات ہستی میں اور کونسا قانون ہو سکتا ہے کیا تمہیں اس راہ پر چلنے سے انکار ہے جس پر تمام کائنات کا کارخانہ ہستی چل رہا ہے یہی دین نوع انسانی کیلئے ہدایت کی عالمگیر راہ ہے لیکن لوگوں نے اسے چھوڑ کر اپنی الگ الگ گروہ بندیاں کرلیں اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو جھٹلانے لگا قرآن اسلئے آیا ہے کہ اس گمراہی سے دنیا کو نجات دلائے وہ کہتا ہے سچائی کی راہ یہ ہے کہ تمام رہنمایانِ عالم کی یکساں طور پر تصدیق کرو اور سب کی متفقہ اور مشترکہ تعلیم کو دستورالعمل بناؤ!۔

مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ
اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا
مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
۸۳ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ [له]
وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
له اُنْزِلَ عَلَيْنَا

دین حق کی اصل عظیم کی طرف اشارہ کہ اللہ کے تمام نبی ایک ہی دین کے داعی تھے اور اسلئے ایکدوسرے کی تصدیق کرنے والے تھے اور جب اللہ کا دین ایک ہی ہے اور تمام رہنما ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں تو جو کوئی ان میں تفریق کرتا ہے۔ ایک کو مانتا ہے۔ دوسرے کو جھٹلاتا ہے، وہ دراصل پورے سلسلۂ ہدایت کا منکر ہے۔

اور دیکھو، جب ایسا ہوا تھا، کہ ہم نے نبیوں کے بارے میں بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ جو ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے پھر اگر ایسا ہو کہ کوئی (دوسرا) رسول اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوا تمہارے پاس آئے جو تمہارے ساتھ ہے تو ضروری ہے کہ

له اس آیت میں "میثاق النبیین" کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارے میں میثاق دوسرا یہ کہ وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا ہم نے پہلے کو ترجیح دی ہے لیکن جو حضرات چاہیں دوسرا مطلب بھی اختیار کر سکتے ہیں اس صورت میں مقام کا ماحصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول انکے عہد میں مبعوث ہو، تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور اس کا ساتھ دے۔

جس نے ایمان کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لی - حالانکہ اس نے گواہی دی تھی کہ اللہ کا رسول برحق ہے! اور (حقیقت کی) روشن دلیلیں اس کے سامنے واضح ہو گئی تھیں؟ اللہ کا قانون تو یہ ہے کہ وہ ظلم کرنے والے گروہ پر سعادت کی راہ نہیں کھولتا! ان لوگوں کو (ان کے ظلم و شرارت کا) جو بدلہ ملنے والا ہے وہ تو یہ ہے کہ ان پر اللہ کی فرشتوں کی، انسانوں کی، سب کی لعنت برس رہی ہے۔ اسی حالت میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے نہ تو ان کا عذاب کبھی کم ہوگا۔ نہ کبھی مہلت پائیں گے۔ ا

موجب نہ ہو سکی اور جو آج بھی محض ضد اور شرارت سے دعوتِ حق کا معاندانہ مقابلہ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کی صلاح و ہدایت کی کوئی امید باقی نہیں رہی - دنیا میں ذلت و رسوائی کی اور آخرت میں دائمی عذاب کی راہ انہوں نے اپنے لئے پسند کر لی ہے۔

جزا قانونِ مکافات کا لازمی نتیجہ ہے یعنی برائی ایک ایسی حالت ہے جس کا نتیجہ برا ہے، اچھائی ایک ایسی حالت ہے جس کا نتیجہ اچھا ہے پس یہ نہ سمجھو کہ آخرت کی سزائیں بھی دنیا کی سزاؤں کی طرح ہیں کہ اگر مجرم چاہے تو مال و دولت خرچ کر کے بچ جائے۔ نہیں خدا کی عدالت میں گناہ کا کوئی بدلہ اور فدیہ قبول نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے بدلے پورہ کرۂ ارضی سونے سے بھر کر دے دو، جب بھی اس کی پاداش سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکو گے۔

ہاں توبہ و انابت کی حالت ایک ایسی حالت ہے، جو تمام گناہوں کو محو کر دیتی ہے بشرطیکہ سچی توبہ ہو۔

مال و دولت بدعملیوں کے فدیہ میں مقبول نہیں، مال و دولت کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے تم نیکی کی راہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنی محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں قربان کر دینے کے لئے تیار نہ ہو جاؤ!

ہاں جن لوگوں نے اس حالت کے بعد بھی توبہ کر لی، اور اپنے کو سنوار لیا تو بلاشبہ اللہ رحمت والا اور (اپنی رحمت بے حساب سے) بخشش دینے والا ہے!

(لیکن) جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ایمان کے بعد کفر کی راہ اختیار

وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ
دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ كَيْفَ
يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ
حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝
أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
يُنظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ
۸۶ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ

کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہے، اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں)، ہم خدا کے فرمانبردار ہیں (اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جس کی زبانی بھی آئی ہو، سچائی ہے اور ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں)۔

اور دیکھو جو کوئی اسلام کے سوا (جو تمام رہنمایان حق کی تصدیق و پیروی کی راہ ہے) کسی دوسرے دین کا خواہشمند ہوگا تو وہ کبھی قبول نہیں کیا جائیگا اور آخرت کے دن اس کی جگہ ان لوگوں میں ہوگی جو تباہ و نامراد ہوں گے۔

جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ دین حقیقی کی ہدایت پاکر پھر دیدہ و دانستہ منحرف ہو گئے۔ اور سچائی کی کوئی دلیل اور حقیقت کی کوئی نشانی بھی ان کیلئے عبرت و بصیرت کا

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ ایک ایسے گروہ پر کامیابی کی راہ کھول دے

ازدادوا كفرا لن تقبل توبتهم ۚ واولئك هم الضالون ○
ان الذين كفروا وماتوا وهم كفار فلن يقبل من احدهم
ملء الارض ذهبا ولو افتدى به ۗ اولئك لهم عذاب اليم
وما لهم من نصرين ○ ع ۹۱ الجزء

کی۔ اور اپنے کفر کی سرکشیوں اور شرارتوں میں بڑھتے ہی گئے۔ تو ایسے لوگوں کی پشیمانی کبھی قبول ہونے والی نہیں (کیونکہ سچی توبہ انہیں نصیب نہیں ہوگی) اور یہی لوگ ہیں جو راہ سے بھٹک گئے!

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہے۔ (تو یاد رکھو، کفر اور بدعملی کے بدلے کوئی معاوضہ اور فدیہ کام نہیں دے سکتا) اگر ان میں سے کوئی آدمی پورا کرۂ ارضی سونے سے بھر کر دیدے۔ جب بھی اس کے فدیہ میں قبول نہ ہوگا (اور اسے اپنے اعمال بد کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا) یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے (پاداشِ عمل میں) عذاب دردناک ہے اور کوئی نہ ہوگا جو (اس عذاب سے بچانے میں) ان کا مددگار ہو!

